هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۵ر جون ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ڈیڑھ روپیہ

# حدیث و معاشرت

ترتیب — محمد منصور الزمان صدیقی

### یتیم کی کفالت

مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیکی کی جاتے اور سب سے بُرا وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔ (ابن ماجہ)

### عائلی زندگی میں اعتدال

مسلمان کو اپنی بیوی کے ساتھ سختی سے پیش نہ آنا چاہئے۔ اگر وہ اس کی (کسی) ایک بات سے ناراض ہوتا ہے تو اس کی (کسی دوسری) ایک خوبی سے خوش بھی ہونا چاہئے۔ (سیر)

### اچھا شخص

تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو سب سے اچھا سلوک اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

### اللہ سے ڈرو

جس قدر زیادہ اخلاق و محبت سے ایک مسلمان اپنی بیوی سے پیش آتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ ایمان کا پختہ ہے۔ دو ہستیوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرو ایک عورت، ایک یتیم۔ (ترغیب)

### بہترین صدقہ

بیوی سے محبت سے پیش آنا اور اس کے منہ میں لقمہ دینا بہترین فیاضی اور صدقہ ہے۔ (مواہب)

### عدل و اعتدال

اگر کسی کی دو بیویاں ہوں اور ان میں (کسی) ایک سے زیادہ رغبت ہو تو قیامت کے دن اس حالت میں جائے گا کہ اس کا نصف بدن گرا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

### دنیا کی بہترین خوشی

انسان کو خوش کرنے والی چیزوں سے دنیا بھری پڑی ہے مگر سب سے زیادہ خوشی پہنچانے والی پرہیزگار اور پارسا عورت ہے۔ (کنز العمال)

### بیٹی کی پیدائش رحمت ہے!

اگر کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کی اچھی پرورش کرتا ہے تو وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال)

### دوزخ سے محفوظ

جو کوئی (اپنی) لڑکیوں کے ساتھ بھلائی کرے گا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ (خصائص)

### شوہر کی فرمانبرداری

جب کوئی عورت پانچوں وقت نماز پڑھتی ہے، اور رمضان کے روزے رکھتی ہے، صاحبِ عصمت ہے اور خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے تو کہہ دو کہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ترغیب)

### شوہر کی اہمیت

اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

# شاہ خالد کا سانحۂ ارتحال

مرحوم صدر ناصر کے بعد شاہ فیصل شہید کا وجود ملت اسلامیہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ ان کا دل بلاشبہ ملت کے لئے دھڑکتا اور وہ ہر وقت مسلم قوم کی بہتری کے لئے سوچتے۔ ان کی شہادت نے عالم اسلام پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی لیکن ان کے بھائی ولی عہد خالد جب سعودی عرب کے حکمران بنے تو خدائے بزرگ و برتر نے ان کی معذوری کے باوجود ان سے بڑا کام لیا۔ انہوں نے اپنے مرحوم بھائی فیصل کی طرح عالم اسلام کے اتحاد، غریب مسلم ممالک کی امداد اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا —— ان کی زندگی کے آخری ایام بالخصوص بڑے ہنگامہ خیز تھے۔ امریکی سامراج کا "لے پالک" اسرائیل بدمستی کا شکار ہو کر ایک بار پھر مسلم ممالک کے خلاف سرگرم عمل ہو گیا تھا لیکن شاہ خالد پہلے مسلم سربراہ تھے۔ جنہوں نے اپنے تمام وسائل تحریک آزادی فلسطین کے سپرد کر کے اپنی عظمت کا ثبوت دیا۔ بلاشبہ وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی موت کا عالمگیر ماتم ہوا اور ہر باشعور انسان نے اس صدمہ کو اپنا صدمہ سمجھا۔

اللہ تعالےٰ انہیں اپنی رحمتوں سے نوازے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

ان کے جانشین شاہ فہد نے ملک کی زمام حکومت سنبھالتے ہی جس طرح مرحوم بھائی کی پالیسیوں پر کاربند رہنے کا اعلان کیا ہے وہ ان کی جرأت و بیدار مغزی کی دلیل ہے۔ وہ باہمت، صحت مند اور ڈپلومیٹک انسان ہیں۔ عالم اسلام جن مصائب کا شکار ہے ان سے نجات کے لئے بتوفیق الٰہی وہ بھرپور سعی کریں گے۔

# بجٹ

وفاقی وزیر خزانہ جناب غلام اسحٰق خان صاحب ایک عرصہ سے ملکی مالیات کے مسئلہ میں بڑا اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ ضیا گورنمنٹ میں وہ مرکزی وزیر کی حیثیت سے مصروف عمل ہیں۔ آج کل ان کے "جانے" کی خبریں گرم ہیں —— تردید بھی ہو رہی ہے اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ان کا سامان سرکاری رہائش گاہ سے منتقل ہو رہا ہے۔ بہرحال ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ رہتے ہیں یا جاتے ہیں؟ ہمیں دلچسپی ہے تو اس بات سے کہ ملک خوشحال ہو عوام مطمئن زندگی گذاریں اور وہ مختلف النوع پریشانیوں سے نجات پائیں۔ لیکن شاید ہماری توقعات اور تمنائیں ابھی پوری ہونے کا وقت نہیں آیا۔ اور ہماری زندگی میں ایسا ہو جائے، نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ قادر مطلق ہے وہ جیسا چاہے اور جب چاہے حالات میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے اس لئے مایوسی بھی نہیں کہ یہ کفر ہے لیکن حالات ایسے ہیں کہ کچھ سمجھ نہیں آتا۔

ہر سال بجٹ آتا ہے تو اس کے جلو میں مہنگائی کا عفریت موجود ہوتا ہے۔ نیشنل سنٹرلز میں مخصوص قسم کے افراد کو بلا کر ان سے تحسین آمیز تقریریں کرا لی جائیں لیکن ایک عام آدمی سے معلوم کریں کہ وہ کیا سوچتا اور کیا کہتا ہے؟

ہم اتنا ہی تبصرہ کریں گے کہ اے اہل اقتدار عوام کی پریشانیوں کے مداوا کی فکر کرو کہ بجٹ کی اچھائی اور برائی کا اسی پر انحصار ہے۔ آج تمہاری پالیسیوں سے ہر فرد پریشان ہے ان پریشانیوں کو دور کرنے کی سوچو کہ اسی میں تمہارا بھلا ہے اور ملک و قوم کا بھلا بھی اسی میں ہے۔

علیعؔ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

## ارشادات حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

عبدالرشید انصاری

- اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔
- دنیا کی حیثیت جس نے جس قدر سمجھ لی! اسی قدر وہ اس سے بے رغبت ہو گیا۔
- ظالموں اور ان کے متعلقین سے معاملہ مت کرو۔
- دولت مندوں کے ساتھ عالموں اور زاہدوں کی دوستی ریاکاری کی دلیل ہے۔
- امراء کی تعریف کرنے سے بچ، کیونکہ ظالم کی تعریف سے غضب الٰہی نازل ہوتا ہے،
- مسلمان کی ذلت اپنے مذہب سے غافل ہونے کی وجہ سے ہے، بے زر اور مفلس ہونے کی وجہ سے نہیں۔
- جس شخص کو سال بھر تک کوئی رنج اور تکلیف نہ پہنچے، پس وہ یقین کرلے کہ میرا رب مجھ سے ناراض ہے۔
- غریب کا ایک درہم صدقہ کرنا، مالدار کے ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔
- عیالدار کے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر جاتے ہیں۔
- اگر تو گناہ کرنے پر آمادہ ہے تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں خدا تعالےٰ نہ ہو۔
- اے انسان! اگر تو معبود حقیقی کی بندگی نہیں کرنا چاہتا تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال بھی نہ کر۔



## مجلسِ ذکر

******

ترتیب: ادارہ

# مومن کا بھروسہ صرف اللہ پر ہوتا ہے

## ملتِ اسلامیہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر اُٹھ کھڑی ہو —— تو دنیا میں ایک بار پھر ظلم اور ناانصافیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے

ارشادات: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ (انفال آیت ۲)

مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اللہ کا فیصلہ برحق ہوتا ہے اور جب کسی مسئلہ اور کام کے بارے میں اللہ کا فیصلہ سامنے آجائے تو مومن صادق کی شان یہ ہے کہ وہ اس کی مخالفت سے ڈرتا ہے، اس کا دل دہل جاتا ہے اور وہ وہی کچھ کرتا ہے جو اللہ رب العزّت نے اسے حکم دیا ہو۔ اور اللہ رب العزّت کے احکام و فرامین اور آیات جب اس کے سامنے بیان کی جاتی ہیں تو نافرمانوں کی طرح ان سے اعراض یا استہزاء و مذاق نہیں اڑاتا۔ بلکہ اس سے مومن کے ایمان میں اور زیادہ پختگی آتی ہے۔ مومن صادق کی ایک اور شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ رب العزت ہی پر کامل بھروسہ اور توکّل کرتا ہے۔ تنگی اور فراخی، غمی اور خوشی، بیماری اور صحت، مفلسی اور خوشحالی، پریشانی اور اطمینان، جنگ اور امن غرضیکہ انسانی زندگی میں جتنی بھی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی شدت اس کے اللہ پر بھروسہ و ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ اس کا تو کام اور مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ کہ ان طاقتوں سے برسرپیکار رہے جو اس کے دل و دماغ اور ارمانوں آرزوؤں کا رشتہ ربّ کائنات کی رحمت سے کاٹنے کے درپے ہوں۔ وہ بڑی سے بڑی ظالم و جابر طاقت سے صرف خدائے وحدہٗ لاشریک پر کامل بھروسہ اور ایمان رکھتے ہوئے ٹکرا جاتا ہے۔ وہ دین اور اللہ اور اس کے پاک پیغمبرؐ کے ناموس کے معاملہ میں وقت اور مفادات کی مصلحتوں سے کسی طور پر سمجھوتہ نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے ؎

مصلحت نہ سکھا کسی جبر ناروا سے مجھے
میں سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

آج پوری ملت اسلامیہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر باطل قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہو تو دنیا سے ظلم اور ناانصافیوں کا پھر ایک بار مکمل خاتمہ ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے:-

جاءَ رجل اِلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقال دُلنی علیٰ عمل یعدِل الجہاد قال لا اجد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ کون سا عمل ہے جو ثواب میں جہاد کے برا

(باقی)

خطبہ جمعہ

# کوئی سلیم الفطرت انسان اسلامی تعلیمات کا مخالف نہیں ہوسکتا

## انبیاء کی تعلیمات پر عمل کرنے والے لوگ ہی نجات پاسکیں گے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :
اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپؐ کو کوثر عطا کی۔ پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے بے شک آپؐ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

بزرگانِ محترم! اللہ تعالےٰ نے نسل انسانی کی تعلیم و ہدایت کے لیے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ شروع کیا جو سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب سید المرسلین حضور خاتم النّبیّین حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کریں اور اپنی اس حیات چند روزہ کے ہر عمل کو اسوۂ پیمبری کے سانچے میں ڈھال لیں۔ اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی بات نہ مانی، سرکشی کی، نافرمان ہوئے یا آج انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور داعیانِ حق کی مخالفت کر رہے ہیں۔

چونکہ نوع انسانی کی رشد و ہدایت کے لیے ضروری تھا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی نازل ہو، احکام و مسائل کے بارے میں کوئی بتلانے والا ہو اس لیے اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ آپ کی اولاد زمین میں پھیلی اور اس میں دو گروہ ہوگئے ایک وہ جس نے سچائی اور حق کی راہ اختیار کی اور دوسرا وہ کہ جس نے باطل پرستی کی شیطانی راہ کو اپنایا۔ نسل انسانی کا شعور روز بروز بلند ہوتا رہا اور اس کی سوجھ میں پختگی آتی گئی۔ ایمان والوں کی نیکیاں اور بھلائیاں بڑھتی رہیں اور اہل کفر معصیت اور نافرمانی کی تاریکیوں میں دُور سے دُور جاتے رہے۔ انبیاء آتے رہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام وعلٰی نبیّنا کا دَور آیا۔ انہوں نے اپنے دَور کے لوگوں کو ساڑھے تیرہ سو برس تک رب العالمین کی الوہیت و وحدانیت کا پیغام سنایا لیکن چند ایک کے سوا سب لوگ نافرمانی پر مُصر رہے اور دین کی دعوت کا مذاق اڑاتے رہے۔ جب قوم نے قبولیت حق کی تمام صلاحیتیں برباد کر لیں اور پیغمبر کی ہر دعوت کو ٹھکرا دیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ اے اللہ! یہ لوگ سچی بات ماننے والے نہیں اور اپنے خود ساختہ معبودوں کی محبت کو چھوڑ کر تیری وحدانیت کے پیغام پر کان نہیں دھریں گے اس لیے ان کو تباہ و برباد کر دے، ان کا قلع قمع ہو جائے کہ زمین پر کوئی بھی سرکش زندہ نہ رہے۔ ساڑھے نو سو برس کی صبر آزما زندگی کے بعد خدا کے پیغمبر کی آہ تمام سرکش باغیوں، جابروں اور جعلی خداؤں کو لے ڈوبی۔ اللہ کی طرف سے عذاب آیا اور پوری قوم غرق ہوگئی۔ حتّٰی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ان کی آنکھوں کے سامنے طوفان کی تند و تیز لہروں کا شکار ہو گیا کیونکہ اس نے بھی دعوت حق کو قبول نہیں کیا تھا۔



انبیاء کی تعلیمات پر عمل کرنے والے لوگ ہی نجات پا سکیں گے۔ اور جن بدفطرت لوگوں نے گناہ اور نافرمانی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو عذاب جہنم سے خبردار کیا ہے جو عقل و فکر رکھنے کے باوجود خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کو نہیں مانتے۔ کوئی سلیم الفطرت انسان دین کی بات کا مذاق نہیں اڑا سکتا اور دین والوں کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ لیکن شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے وہ ہمارا کھلا دشمن ہے۔ شیطان کے شر اور فریب سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں۔ قرآن حکیم چشمۂ ہدایت ہے۔ کوثر سے مراد قرآن کریم ہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قیامت کے روز حوض کوثر اسی قرآن کریم کی مثال صورت ہوگی جیسے دوسرے اعمال کی صورتیں بن جائیں گی روزہ، نماز، صدقات وغیرہ انسان کو عذاب سے بچائیں گے اور چوری، زنا، قتل، غیبت، جھوٹ، بددیانتی، ناانصافی اور ظلم انسان کے لیے عذاب اور پریشانی کی صورتیں بن جائیں گی۔ حرام جمع کیا ہوا مال عذاب کا ذریعہ بنے گا۔ قبر میں سانپوں، بچھوؤں کا ڈسنا عذاب دینا یہ بُرے اعمال ہی کی مختلف صورتیں ہوں گی۔ اور نیک اعمال انسان کی ڈھال اور عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گے۔ اس وقت انسان کو نیکی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے گا۔

دنیا دارالعمل ہے۔ یہاں انسان کو اندازہ نہیں ہو رہا کہ آخرت میں کیا کچھ ہونے والا ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ نے سب کچھ بتا دیا ہے یہاں دھوکہ اور فریب سے اپنے جرم اور قصور کو چھپایا جا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ علیم و خبیر ہے۔ یہاں قانون، عدالت، جج اور قاضی کی گرفت سے بچنے کی بے شمار صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن یوم آخرت میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

قرآن چشمۂ ہدایت ہے۔ دنیا میں جس کسی نے قرآن کو جتنا پڑھا اور اس پر عمل کیا ہے روز قیامت میں وہ حوض کوثر سے اسی قدر سیراب ہو سکے گا۔ حافظ قرآن کے ماں باپ کے سروں پر ایسے نورانی تاج ہوں گے جن کی نورانیت کے سامنے آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ اس دن وہ سرخرو اور سرفراز ہوں گے حافظ قرآن کو حکم ہوگا کہ قرآن کی تلاوت کرتا جا اور بلندی درجات پر چڑھتا جا۔ قرآن دنیا اور آخرت کی کامیابی کا سرٹیفکیٹ اپنے ماننے والوں اور عمل کرنے والوں کو عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنی کتاب کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

رکھتا ہو؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی نہیں۔

صحابہ کرام رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! سب سے افضل کون شخص ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

مومن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہٖ ومالہٖ
وہ مومن سب لوگوں پر فضیلت رکھتا ہے جو اپنی جان اور مال کو جہاد فی سبیل اللہ میں صَرف کرتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "اللہ کی راہ میں ایک دن جہاد کے مورچے پر رہنا دنیا و مافیہا سے بہتر اور افضل ہے"۔

اس لیے ہر سچا مومن اپنی زندگی میں باطل اور شیطانی قوتوں کی مداخلت برداشت نہیں کرتا وہ ان کے خلاف مسلسل جہاد کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اور تمام اعمال اپنی رضا کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

# روزہ دار کی دُعا کی قبولیت

محمد شفیع عمر الدین - میرپور خاص سندھ

روزہ دار پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام ہے کہ افطار کے وقت جو دعا وہ مانگتا ہے اللہ تعالےٰ اسے قبول فرماتا ہے۔

اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ لَدَعْوَۃً مَّا تُرَدُّ۔ (جامع الصغیر)

ترجمہ: تحقیق روزہ دار افطار کے وقت جو دعا مانگتا ہے وہ رد نہیں کی جاتی (یعنی قبول کی جاتی ہے)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (البقرہ آیت ۱۸۶)

ترجمہ: میں دُعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ (جامع الصغیر)

ترجمہ: دعا مغز (روح) عبادت ہے۔

لہٰذا اس نعمتِ عظمیٰ کی بڑی قدر کرنی چاہئے اور افطار کے وقت اخلاص کے ساتھ دعا مانگتے رہنا چاہئے جلدی جلدی بے توجہی اور غفلت کے ساتھ چند دعائیں پڑھ لینے سے مقصد حاصل نہ ہوگا۔ "دعا مانگنے کا مفہوم نہایت بلند ہے۔ دعا مانگتے وقت دو

آداب جو حضرات علمائے کرام نے بیان فرمائے ہیں ان کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔ دوزانو فروتنی، تفرع، عاجزی، ذلت اور مسکنت کے ساتھ، باوضو، قبلہ رُخ بیٹھ کر دل کو پوری طرح متوجہ الی اللہ ہو کر دعائیں مانگیں۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ بندے کی دعا قبول فرماتا ہے بشرطیکہ وہ جلدی نہ کرے۔ اور یہ نہ کہنے لگے کہ میں نے دُعا مانگی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔ (بخاری شریف)

نیز دُعا میں بندے کو پختہ عزم ویقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دعا کرتے وقت) ہرگز کوئی شخص اس طرح دعا نہ مانگے کہ اے اللہ "اگر تو چاہے" تو میری مغفرت فرما۔ بلکہ عزم اور پختگی کے ساتھ دعا کر کے اللہ تعالےٰ سے مانگے۔ کیونکہ اللہ بے شک جو چاہے گا وہی کرے گا، اسکو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

(ترجمہ تجرید صحیح مسلم حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی)

(ف): دعا میں اس قسم کا عنوان (اگر تو چاہے) ایک نوع کی بے نیازی اور استغنا کی شان ظاہر کرتا ہے کہ بارگاہِ رب العزت جل شانہٗ میں عجز و نیازمندی ہی مطلوب ہے تو اس وجہ سے یہ عنوان ناپسند فرمایا گیا۔ بالخصوص بندہ جب اپنی حاجتیں اللہ تعالےٰ سے مانگ رہا ہو اور برائے التجا اور الحاح وزاری کے یہ کہے کہ "اگر تو چاہے" تو ان کلمات کی بدنمائی اور بھی بڑھ جائے گی۔ (ایضاً)

یہ حقیقت بھی یاد رہے کہ بندے کا دعا نہ مانگنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ سے دعا نہیں مانگتا اللہ اس پر غصے ہوتا ہے۔ (حصن حصین)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بھی بہت بڑا انعام ہے کہ وہ مانگنے پر خوش ہوتا ہے۔ اور نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے۔ ہمیں اس حقیقت کی بڑی قدر کرنی چاہئے۔

لہٰذا روزہ دار کو چاہئے کہ افطار کے وقت اللہ تعالےٰ سے جنت کی طلب کرتا رہے۔ اور دوزخ سے پناہ مانگتا رہے۔

نیز دعا مانگے کہ: یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ اِغْفِرْلِیْ۔

ترجمہ: اے مغفرت کرنے والے رب مجھے بخش دے۔

(جامع الصغیر)



نیز مانگے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری رحمت سے جو ہر چیز سے وسیع ہے سوال کرتا ہوں تو میرے گناہ بخش دے۔

(حصن حصین)

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی سب حاجتوں کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ اپنی سب حاجتیں، اس دعا کی قبولیت کے وقت، اسی سے خوب تضرع وزاری اور قلبی توجہ کے ساتھ مانگتا رہے۔ اور ہر حاجت کے لیے صرف اسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔

حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت! ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالےٰ کو جانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے ہو۔ تم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جانتے ہو لیکن آپ کی پیروی نہیں کرتے ہو۔ تم قرآن مجید پڑھتے ہو مگر اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے ہو۔ تم منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کرتے ہو، لیکن (انہیں شریعت کے مطابق بہت کم) ان کا شکر ادا نہیں کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ جنت تابعداروں کے لئے ہے لیکن تم (تابعدار بن کر) اس کی طلب نہیں کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ دوزخ موجود ہے۔ اس میں گنہگاروں کے لئے آگ کی زنجیریں ہیں۔ لیکن پھر بھی تم (بد اعمال چھوڑ کر) اس سے نہیں بھاگتے ہو۔ تم کو یہ بات معلوم ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے، لیکن تم اس سے عداوت نہیں کرتے ہو۔ اور اس کے ساتھ دوستی رکھتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ موت کا آنا یقینی ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم اس کے لئے توشہ مہیا نہیں کرتے ہو۔ تم دوسروں کو قبروں میں دفن کرتے ہو، مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے ہو۔ تم اپنے عیبوں کو فراموش کر کے دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول ہوتے ہو۔ بھلا بتائیے کہ ایسے لوگوں کی دُعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

(تذکرۃ الاولیاء)

## ضروری اطلاع

تعلیم القرآن سوسائٹی (رجسٹرڈ) انجمن سلیمانیہ بلڈنگ سمن آباد لاہور جس کے زیر اہتمام ۳۰ سے زائد دینی مدارس بڑی خوش اسلوبی سے مصروف عمل ہیں کو دئے جانے والے عطیات سنٹرل بورڈ آف ریونیو اسلام آباد نے زیر دفعہ (ڈی) (۱) ۴۷ انکم ٹیکس سے بحوالہ چٹھی نمبری ۷۵/وی، ٹی، آئی (۱۰) ۱۷ مورخہ ۳ اپریل ۱۹۸۲ء مستثنیٰ قرار دے دئے ہیں۔

سیکرٹری سوسائٹی ہذا

اسلام کا اقتصادی نظام

## مالک ہر شے خدا است

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے زمین کی ملکیت کی تعریف یہ کی ہے کہ

مَعْنَی الْمِلْکِ فِیْ حَقِّ الْاٰدَمِیِّ کَوْنُہٗ اَحَقَّ بِالْاِنْتِفَاعِ مِنْ غَیْرِہٖ

حجۃ اللہ البالغہ — جلد ۲ — صفحہ ۱۰۳

یعنی انسان کو زمین سے صرف حق انتفاع حاصل ہے۔ جب انسان کو حقِ ملکیت حاصل ہی نہیں تو سٹیٹ کاشتکاروں اور مزارعوں کو حقِ ملکیت کہاں سے دے سکتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں تصرف کریں سٹیٹ صرف زمین کی امین ہے اور حق امانت ہی دے سکتی ہے۔

مولانا عبید اللہ انور

حاصل مطالعہ

# وزیر اعظم عدالت کے کٹہرے میں

"الجمعیۃ" دہلی کی اشاعت مجریہ ۲۱ مارچ ۷۵ء کی چند سطور پیش خدمت ہیں جن میں اسلامی خلفاء کے عظیم کردار کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی دورِ حاضر کے بلند بانگ مدعیانِ اسلام و جمہوریت کو دعوتِ عمل بھی دی گئی ہے۔

(محمد سعید الرحمٰن علوی)

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ دوسرا تاریخ ساز واقعہ ہے۔ پہلا واقعہ صدر گری کا تھا وہ بھی اپنے خلاف انتخابی عذر داری کے سلسلے ہی میں عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ یہاں اول الذکر سربراہ حکومت ہیں وہاں آخر الذکر سربراہ مملکت تھے۔ دونوں نے خود کھلی عدالت میں پیش ہو کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ہندوستان میں عدالتوں کی بالادستی، آزادی، غیر جانبداری اور انصاف پر اعتماد بھی رکھتے ہیں اور اس کی سربلندی بھی چاہتے ہیں۔ بالواسطہ طور پر انہی دونوں واقعات سے قانون کا احترام بھی ثابت بھی ہوتا ہے — اور جب یہ دونوں باتیں ہمارے یہاں موجود تو پھر بلا تامل یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں جمہوریت کا مستقبل نہ صرف محفوظ ہے بلکہ تابناک بھی ہے — اگر ان دونوں واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو وزیر اعظم ہند مسز اندرا گاندھی کے عدالت میں پیش ہونے کے واقعہ کی زیادہ اہمیت ہے۔ اس لیے کہ ہندوستان کے آئین اور اس پر اب تک کے عمل اور روایات کے مطابق ہندوستان کا اصل حکمران سربراہ حکومت یعنی وزیر اعظم ہے صدر جمہوریہ نہیں، صدر صرف آئینی حکمران ہوتا ہے۔

وزیر اعظم نے اس کردار کا مظاہرہ ایسے وقت کیا یا یہ مثال ایسے وقت قائم کی جب ان پر مطلق العنان ہونے اور ڈکٹیٹر بننے جیسے الزامات بار بار لگائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن اس واقعہ نے اس کی ایسی تردید پیش کی ہے کہ اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ان پر دوسرا الزام عدالتوں میں مداخلت کا تھا جبکہ اس واقع نے عدالت کے احترام اور بالادستی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

یہ بات ہم نے تاریخ کی کتابوں اور قصہ کہانیوں میں بعض اسلامی خلفاء کے بارے میں پڑھی تھی کہ انہوں نے اپنے مقرر کیے ہوئے اور اپنی حکومت کے قاضیوں اور ان کے فیصلوں کا کس طرح احترام کیا۔ لیکن عصر حاضر کی تاریخ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہندوستان کا صدر اور وزیر اعظم عدالت کے کٹہرے میں پیش ہوئے اور انہوں نے ایک عام شہری کی طرح عدالتی قواعد و ضوابط کے تحت بیانات قلمبند کرائے۔

تبلیغی کتابچے مفت

۱۔ باجوں کی حرمت از روئے شریعت
۲۔ اسلام میں نکاح بیوگان
۳۔ خدا کی مرضی

صرف ۲۰ پیسے کے ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیج کر مفت طلب کریں

ناظم جمعیۃ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور



# کیا رؤیت ہلال غیر ضروری ہے؟

(ڈاکٹر) وی، ایم تمدنی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

"فکر و نظر" کے شمارہ جولائی ۱۹۷۲ء میں ایک مضمون بعنوان "قمری مہینے اور فلکیاتی حساب" شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون عرب کے مشہور علمی و دینی مجلے "الفکر الاسلامی" میں شائع شدہ ایک مقالہ "الشہور العربیہ و ضرورۃ الاعتماد الفلکی فی تحدیدہ" کا ترجمہ ہے۔ عربی مقالہ "یوسف مواہب فاخوری" کا ہے اور اردو میں ترجمہ "ڈاکٹر محمد خالد مسعود" نے کیا ہے۔ شروع میں ایڈیٹر کی طرف سے ایک چند سطری نوٹ ہے اور اس کے بعد مترجم نے مختصر سے افتتاحیہ کے ساتھ ترجمہ شروع کیا ہے مترجم کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ خود مقالہ نگار کے ہمنوا اور اس استدلال کے جو مقالہ میں پیش کیا گیا ہے پوری طرح مؤید ہیں۔

مقالہ میں کہا گیا ہے کہ اسلامی مہینوں کے لیے رویت ہلال کی شرط کو ختم کر کے فلکیاتی معلومات اور حساب سے مدد لی جائے کیونکہ جس زمانہ میں رویت ہلال کو ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اس وقت فلکیات کے بارے میں لوگوں کی معلومات نہایت محدود تھیں جس کی وجہ سے وہ چاند کی ماہانہ گردش کا حساب لگانے سے قاصر تھے اور آج یہ حالت ہے کہ کئی آدمی چاند کی سطح کو اپنے پیروں سے روند آئے ہیں۔ ایک راکٹ زہرہ پر اتار دیا گیا ہے اور ایک مشتری کی طرف روانہ کیا جا چکا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں بھی اپنی روشن خیالی کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے آخر ہم کب تک اسی چکر میں پھنسے رہیں گے کہ چاند نظر آئے تو مہینہ شروع کریں دیکھتے نہیں دنیا ہمارا مذاق اڑا رہی۔ ہمیں پسماندہ سمجھتی ہے اور ہمیں طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں وغیرہ۔

مقالہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ صاحب مقالہ موجودہ سائنسی تحقیقات اور معلومات سے بے طرح مرعوب ہیں اور وہ اسلامی اصولوں اور اقدار کو ان انکشافات اور معلومات کا تابع کر دینے کو اپنی ترقی اور روشن خیالی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ مقالہ کے آخری پیراگراف میں یہ مرعوب ذہنیت پوری طرح دکھائی دے رہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"اس کے علاوہ جدید علوم سے ہم آہنگی اور سہولت پسند شریعت سے وابستگی تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر کے ان لوگوں کا منہ بند کر دے گی جو ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ ترقی و تمدن کے سفر میں پیچھے رہ گئے ہیں اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ جھگڑے ہر قمری مہینے کے شروع میں اسی طرح اٹھتے رہیں گے اور مسلمانوں کے لیے باعث خلفشار و انتشار بنے رہیں گے۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کوئی منطقی استدلال نہیں ہے بلکہ غیر اقوام کے سامنے خود کو ترقی یافتہ، متمدن اور روشن خیال بنا کر پیش کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔ سچ پوچھئے تو صرف اتنی سی بات سے ترقی یافتہ اور متمدن بننا ممکن نہیں ہے بلکہ لوگوں کا منہ بند کرنے اور ان کے طعنوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام اور شریعت اسلامیہ سے اپنا تعلق کلیتہً منقطع کر لیا جائے دوسری قومیں تو مسلمانوں کو یہ بھی طعنے دیتی ہیں کہ "کھانے اور پینے کی چیزیں (خصوصاً انڈے، وہسکی، بیئر) گھر میں ہوتے ہوئے مہینے بھر تک کیوں بھوکے رہتے ہو۔ دن میں پانچ مرتبہ ہزاروں سال پرانے ایک مکان کی طرف منہ کر کے رکوع اور سجدے کرنا کون سی عقل کی بات ہے بقر عید اور حج کے موقع پر بے ضرورت اتنے جانور ذبح کر کے ان کی تعداد کیوں کم کرتے اور اسراف بیجا کے کیوں مرتکب ہوتے ہو۔ دنیا کے کام دھندے چھوڑ کر اور دیوانوں کی شکل بنا کر ایک ایسی جگہ کیوں جاتے ہو جہاں نہ دلفریب مناظر ہیں اور نہ تفریح کا کوئی سامان۔ پھر وہاں پہنچ کر شہاب ثاقب کے ایک ٹکڑے کو کیوں چومتے بلکہ پوجتے ہو۔ اور دو پہاڑیوں کے درمیان جن کے اب نشانات بھی باقی نہیں رہے کس لیے دوڑتے اور ضعیف مردوں اور عورتوں تک کو دوڑاتے ہو تین مینار بنا کر ان پر پاگلوں کی طرح کنکریاں کیوں مارتے ہو...... وغیرہ"

جو ان سے بھی زیادہ ترقی یافتہ اور مہذب ہیں وہ تو یہ بھی طعنہ دیتے ہیں کہ "آج جبکہ انسان نے (بزعم خویش) کائنات کو الٹ کر رکھ دیا ہے تم کیوں خدا کے چکر میں پھنسے ہوئے ہو؟"

غرض اغیار کے طعنوں کی تو کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ ان طعنوں سے بچنے کی تو ایک ہی صورت ہے کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر اور اس سے اپنا ناتہ توڑ کر ان کی طرح روشن خیال بن جائیں۔ (معاذ اللہ)

مقالہ نگار صاحب نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فلکیات سے متعلق معلومات اور تحقیقات بہت بڑھ گئی ہیں اس لیے ہمیں پرانا طریقہ چھوڑ کر سائنس اور حساب کی رہبری میں چلنا چاہیئے۔ تو ان کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ بیشک اس زمانہ میں دوربین، ٹیلسکوپ، طیف نما وغیرہ کی ایجاد نے انسان کی معلومات

معتد بہ اضافہ کر دیا ہے لیکن چاند کے ہلال نو بن کر طلوع ہونے کے اوقات اور زمین کے گرد اس کے چکر لگانے کی صحیح مدت کا پتہ لگانے کے لیے جتنی معلومات درکار ہیں وہ تو اس سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال پہلے سے مختلف اقوام کو حاصل تھیں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رؤیت ہلال کا پابند کیا تھا۔ پوری دنیا اس بات پر متفق ہے کہ فلکیات قدیم ترین سائنس ہے ہر قوم نے اس میں دلچسپی لی اور اس کو ترقی دی ہے، خود مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں اس علم کو جتنا آگے بڑھایا اس کا تصور بھی آج ہم نہیں کر سکتے۔ اس وقت فلکیات کی جتنی اصطلاحیں رائج ہیں ان میں سے ستر فیصد مسلمانوں کی وضع کی ہوئی ہیں۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں جابر البتانی اور عبدالرحمٰن الصوفی نے جو انکشافات کئے وہ آج بھی دنیا کے لیے حیرت خیز ہیں۔ چاند تو زمین سے قریب ترین جرم ہے انہوں نے موجودہ آلات کی مدد کے بغیر ہی ثوابت کے متعلق ایسی ایسی باتیں معلوم کر لی تھیں جو آج بھی علمی دنیا میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں عبدالرحمٰن الصوفی کی کتاب "صور الکواکب" یا کواکب الثابت" "ثابت ستاروں" پر ایک اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اس زمانہ میں جب ثوابت کو آٹھویں آسمان میں جڑا ہوا اور ساکن سمجھا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن الصوفی نے یہ انکشاف کر کے اس وقت بھی لوگوں کو دریائے حیرت میں غرق کر دیا تھا کہ "شعریٰ یمانی" حرکت میں ہے۔ کسی زمانہ میں یہ کہکشاں کے دوسری طرف تھا اب حرکت کر کے اس طرف آ گیا ہے، اور آج بھی ماہرین فلکیات اس کی اس تحقیق پر انگشت بدنداں ہیں۔ پانچویں صدی ہجری میں ابوریحان البیرونی اور عمر خیام نے نظام شمسی سے متعلق اجرام کے فاصلوں اور ان کی گردش کی مدتوں کا جو حساب لگایا تھا وہ آج بھی صحت کے بہت قریب سمجھا جاتا ہے چنانچہ عمر خیام نے سورج یا زمین کی مداری گردش کی جو مدت اب سے نو سو سال پہلے بتائی تھی اس میں آج کی ترقی یافتہ دنیا بھی ۱۰۳ء۱ سیکنڈ سے زیادہ کا فرق نہ نکال سکی۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ بات کہ "ہمارے اسلاف چاند کے ایک چکر کی صحیح مدت معلوم کرنے سے قاصر تھے" وہی شخص کہہ سکتا جو یا تو حقائق سے نا آشنا ہو یا موجودہ تمدن سے بری طرح متاثر و مرعوب ہو چکا ہو۔

سچ تو یہ ہے کہ چاند کے ایک چکر کی مدت کا حساب لگا لینا عہد رسالت میں بھی ممکن تھا اور بعد کے زمانوں میں بھی یہ کوئی دشوار بات نہیں سمجھی جاتی تھی۔ رسول اللہ کا یہ ارشاد گرامی کہ:

"ہم ان پڑھ لوگ ہیں جو حساب نہیں جانتے، مہینہ ایسے اور ایسے ہوگا۔"

ایک طرف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لوگ حساب کے ذریعہ اس مدت کو معلوم کر سکتے ہیں۔ دوسرے آپ کے سامنے پوری امت کا سوال تھا۔ آپ کو علم تھا کہ اُمت میں سب ہی طرح کے لوگ ہوں گے۔ لہٰذا وہ طریقہ مقرر کیا جائے جس پر خاص اور عام، پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب عمل کر سکیں۔ اور وہ طریقہ کیا ہو سکتا تھا؟ یہی کہ آپ نے رؤیت ہلال کو ضروری قرار دیدیا۔ غرہ کو جب ہلالِ نو افق مغرب پر طلوع ہوگا۔ تو اس کو ہر شخص دیکھ سکے گا۔ عالم اور جاہل کا کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا پھر سب کے اطمینان کے لیے عام حالات میں اجماع کو ضروری قرار دیا یعنی اگر مطلع صاف ہو تو کثرت سے لوگ دیکھیں۔ دو چار آدمی اگر ثقہ بھی ہوں تو ان کی گواہی کافی نہیں سمجھی جاتی۔ البتہ اگر مطلع ابر آلود ہو جو کبھی کبھار ہو جاتا ہے تو چند ثقہ آدمیوں کی گواہی مان لی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مصلحت کی بنا پر رویت ہلال کو اپنے زمانہ میں ضروری قرار دیا تھا وہی مصلحت آئندہ ہر زمانہ میں رہی اور وہی آج بھی ہے۔ اس چیز کے پیش نظر اب اس کو ایک حسابی مسئلہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ یہ ایک امر یا حکم ہے جس کو بے چون و چرا ماننا ضروری ہے اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسی رمی جمار کی۔ کوئی حد سے زیادہ عقلمند آدمی اگر یہ کہنے لگے کہ:۔ جب آدمی کو سات کنکریاں مارنا ہیں تو ایک ایک مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ساتوں ایک دم ہی کیوں نہ ماری جائیں۔ ایک ایک مارنے کا حکم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا جب تھوڑے آدمی ہوتے تھے۔ اس لیے ہر آدمی کو کافی وقت مل جاتا تھا۔ اب حالات بدل گئے ہیں اور حاجیوں کی کثرت ہونے لگی ہے لہٰذا اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے تو۔

"سہولت پسند شریعت سے وابستگی"

ہو جائے گی۔ تو کیا اس شخص کے اس استدلال کو معقول سمجھ کر اس تبدیلی کو گوارا کر لیا جائے گا۔ یقیناً نہیں۔ دراصل اللہ اور رسول کے احکام ایسے ہیں جن کی مصلحتوں کو وہی سمجھتے ہیں ہر آدمی اگر اپنی عقل لڑا کر ان میں تبدیلی کرانا چاہے تو وہ مصلحتیں ختم ہو جائیں گی اور ہر کام میں اختلال و انتشار پیدا ہو جائے گا ویسے بھی اگر ہمارے دل میں اللہ اور رسول کی عظمت کا کچھ احساس ہے تو ہم قطعاً حیل و حجت سے کام نہیں لیں گے اور ان کے احکام کو احکام سمجھ کر ان کی تکمیل کریں گے۔ حجر اسود کا "استلام" بظاہر ایک فعل عبث ہے لیکن چونکہ رسول اللہ ؐ نے ایسا کیا ہے اور ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے لازم ہے کہ ہم اس حکم کی تعمیل کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ان الفاظ میں اسی بات کی طرف واضح اشارہ ہے۔

"اے حجرِ اسود میں جانتا ہوں کہ تو ہمیں نفع یا نقصان کچھ نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن میں تجھے اس لیے چومتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔"

رؤیت ہلال کا مسئلہ اسی نوعیت کا ہے چونکہ حضورؐ کا صریح ارشاد ہے اور اس میں کافی سختی برتی ہے لہٰذا اب اس میں کسی کے لیے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس ملک شاہ سلجوق نے اپنے دنیوی حسابات کے لیے عمر خیام کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ سورج یا زمین کے ایک مکمل چکر کی صحیح مدت معلوم کر کے اس وقت کے مروجہ شمسی کیلنڈر میں اصلاح کرے۔ دینی امور کے لیے رؤیت ہلال کی اہمیت کو اس نے بھی نظر انداز نہیں کیا۔ حالانکہ اس کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ چاند کے ایک چکر کی صحیح مدت معلوم کرا کر اس کی بنیاد پر قمری مہینوں کو ترتیب دیتا لیکن اس نے دین کی عظمت کا احساس کرتے ہوئے اس کی جرأت نہیں کی۔ اس کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ "ایک مرتبہ چند مصاحبوں نے غلط بیانی سے کام لے کر بادشاہ سے



۲۹ رمضان ہی کو بغیر چاند دیکھے اعلان کرا دیا کہ کل عید ہوگی لیکن جب شیخ الاسلام نے رویت ہلال کی اہمیت کو واضح کر کے اسے اس غلط اقدام کے نتائج و عواقب سے آگاہ کیا تو وہ اپنا حکم واپس لینے پر مجبور ہوا"۔

ظہور ہلال پر مضمون نگار نے بہت زور دیا ہے لیکن اگر ظہور سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس حالت میں چاند کسی ایک مہینہ میں پہنچ کر ہلال کی شکل میں ظاہر ہوا تھا اسی حالت میں وہ آئندہ مہینہ میں بھی پہنچ جائے تو اس کی قباحت اس مدت کو جاننے اور اس کی بنیاد پر حساب لگانے سے ظاہر ہو جائے گی۔ چاند کی اس گردش کو جیسا کہ صفحہ ۸۰۱ کے حاشیہ پر دیا گیا ہے اصطلاحاً "قمری حرکت وضعی"

کہا جاتا ہے اور اس کی مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۲۰۸ سیکنڈ ہوتی ہے جو حرکت نجمی یا کوکبی کی مدت سے تقریباً سوا دو دن زیادہ ہوتی ہے۔

اب یہ مدت دن کے کسی حصہ میں بھی پوری ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی ایک مہینہ میں شام کے سات بجے پوری ہو کر چاند دکھائی دے گیا اور اس وقت سے اگلے مہینہ کا آغاز ہو گیا یہ مہینہ ختم ہونے کے بعد دوسری مرتبہ یہ مدت صبح کو سات بجکر ۴۴ منٹ ۲۰۸ سیکنڈ پر پوری ہو جائے گی۔ تو کیا دوسرا مہینہ کے، بجکر ۴۴ منٹ ۲۰۸ سیکنڈ سے شروع کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے شام ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے اور شام ہونے پر ۳۰ دن کی مدت پوری ہو جائے گی اور چاند بھی نہایت نمایاں طور پر دکھائی دے جائے گا۔ غرض حساب بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا اور پھر رؤیت ہلال ہی کا سہارا لینا پڑے گا۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ مقالہ نگار نے اپنے مقالہ میں جو بات فرمائی ہے کہ ظہور ہلال اور رؤیت ہلال میں بعض اوقات تین دن کا فرق پڑ جاتا ہے وہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے یہ فرق ایک دن سے بھی کم ہوتا ہے اگر یقین نہ آئے تو کسی ماہر فلکیات سے اس کی تصدیق کر لی جائے۔

تہواروں میں یکسانیت ہونے سے اتحاد اسلامی کا تصور بھی ایک منطقی مغالطہ اور سراسر فریب ہے اسلامی ممالک کی جائے وقوع کے اختلاف کی وجہ سے یہ یکسانیت پوری طرح ہو ہی نہیں سکتی، انڈونیشیا کے بعض حصے ۱۲۰ درجہ مشرقی طول البلد پر واقع ہیں اور گیمبیا تقریباً ۱۵ درجہ مغربی طول البلد پر واقع ہے۔ دونوں کے مقامی وقت میں تقریباً ۹ گھنٹے کا فرق ہے۔ لہٰذا سب جگہ ایک وقت میں کسی تہوار کا منانا ممکن نہیں ظاہر ہے کہ جب انڈونیشیا میں عید کی نماز ختم ہو چکے گی اس کے ۸، ۹ گھنٹے بعد مراکش اور گیمبیا میں شروع ہوگی اور مکہ معظمہ میں جس کے وقت کو معیاری وقت قرار دینے کی تجویز کی گئی ہے انڈونیشیا سے کم از کم پانچ گھنٹے بعد نماز عید ہو سکے گی۔ لہٰذا جب اختلاف کا ہونا ناگزیر ہے تو یہ مصنوعی انتظام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ قدرتی طور پر جو کچھ ہو رہا ہے اسی کے مطابق عمل جاری رہے تاکہ دین کے ایک حکم کی تعمیل بھی ہو سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی مطابقت رہے۔ پھر تمام دنیائے اسلام میں ایک روز تہوار منا کر یکسانیت یا اتحاد بین المسلمین پیدا کرنے کا تصور بھی ایک جذباتی سی چیز ہے جس کو حقیقت و اصلیت سے کوئی واسطہ نہیں تاہم اگر یکسانیت و اتحاد پیدا کرنے کا نیک جذبہ ہے ہی تو اس کے لیے اور بہت سے طریقے ہیں یہی کیا ضروری ہے کہ دینی اقدار کو منہدم کر کے یہ مقصد حاصل کیا جائے۔

# عہدِ فاروقی پر ایک نظر

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ساڑھے دس برس کا دورِ خلافت تاریخ اسلام کا زریں باب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدینِ عرب اور مدعیانِ نبوّت کا خاتمہ ہو کر فتوحات ملکی کا آغاز ہو چکا تھا۔ مختلف اضلاع میں فوجیں پھیلی ہوئی تھیں لیکن ان مہمات کا آغاز ہی تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا اور عنانِ خلافت حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں لی تو سب سے ضروری کام ان ہی مہمات کا انجام دینا تھا۔ سب سے پہلے آپ نے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ اور ابوعبید کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ پھر مثنیٰ کی قیادت میں دوبارہ جنگ ہوئی جس میں کسریٰ کی فوج کو عبرتناک شکست ہوئی اور عراق کے بیشتر حصّہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا لیکن یزدگرد کی تخت نشینی کے باعث عراق کا بیشتر علاقہ باغی ہو گیا حضرت عمرؓ نے ایک بہت بڑی فوج تیار کی جس کی سپہ سالاری پر سعد بن ابی وقاص کو مقرر کیا لیکن خود بھی پوری نگرانی کرتے رہے۔ قادسیہ کے مقام پر مسلمانوں اور فارسیوں کی وہ تاریخی لڑائی ہوئی جس نے هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدهٗ کی تفسیر و تعبیر کر دی۔ مسلمانوں نے دجلہ کو گھوڑوں پر عبور کیا اور مدائن کو مسخر کرنے کے بعد جلولا کے مقام پر آخری لڑائی ہوئی اور مسلمان پورے عراق پر قابض ہو گئے۔

شام کے محاذ پر رومیوں کے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید تھے انہوں نے دمشق اور حمص کو مسخر کر لیا ——— رومی شکست کھا کر انطاکیہ میں قیصر روم کے پاس فریاد کرنے لگے چنانچہ قیصر نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ جس کی تعداد دو لاکھ تھی مسلمان مقابلے میں ۳۵، ۳۶ ہزار تھے۔ حضرت خالد نے اتنی کامیابی سے یرموک کے مقام پر ان کو لڑایا کہ رومیوں کو شکست فاش ہوئی ——— ابوعبیدہ (جو سپہ سالار مقرر کر دیے گئے) نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمرؓ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور صلحنامہ لکھ دیا۔ مسلمان جزیرہ، خوزستان کو فتح کرتے ہوئے نہاوند کے مقام پر آ پہنچے اور یہاں ایرانیوں کو آخری شکست دی اور ایران پر عام لشکر کشی کا حکم دیا اُس طرح مصر اور اسکندریہ کا علاقہ حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہؤا۔ غرضیکہ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ اس میں شام، مصر، جزیرہ، خوزستان، عراق عجم، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور بلوچستان کا کچھ حصہ شامل تھا۔

## فتوحات کے اسباب

### یورپین مؤرخین کی رائے میں

- یورپین مؤرخین کی رائے ہے مسلمان جب روم اور فارس سے نبرد آزما ہونے کے لیے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلے تو فارس و روم کی سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں، فارس میں خسرو پرویز کے بعد نظام مملکت درہم برہم ہو گیا تھا۔ ارکان و عمائد سلطنت سازشوں میں مصروف تھے اور تین چار سال کے قلیل عرصہ میں چھ سات فرمانروا آ جا چکے تھے۔
- نوشیرواں سے کچھ پہلے مزدکیہ فرقہ کا بہت زور تھا۔ اور یہ لوگ الحاد و زندقہ کی طرف مائل تھے۔ نوشیرواں نے انہیں تلوار کے زور سے دبا دیا تھا لیکن مسلمانوں نے جب فارس میں قدم رکھا تو اس فرقے نے مسلمانوں کو اپنا پشت پناہ سمجھا کیونکہ مسلمان کسی کے مذہب میں دراندازی نہیں کرتے تھے۔
- عیسائیوں کا فرقہ نسطورین جسے کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔

اس طرح مسلمانوں کو دو بڑے فرقوں کی حمایت حاصل ہو گئی۔

- روم کی سلطنت بھی کمزور ہو چکی تھی اور عیسائیوں کے باہمی اختلاف بہت زور پر تھے۔ چونکہ مذہب کو نظام مملکت میں دخل تھا۔ لہٰذا مذہبی اختلافات کا تمام اثر حکومت پر پڑا اور حکومت بھی اختلاف کا شکار ہو کر کمزور ہو گئی۔

## یورپین مؤرخین کی رائے کی غلطی

- یورپین مؤرخین کے بیانات اگرچہ معلومات افزا ہیں لیکن سراسر مؤرخانہ تلبیس پر مشتمل ہیں گو فارس و روم کی سلطنتیں اپنے اصلی عروج پر نہ تھیں لیکن سر و سامان کی بہتات، آلاتِ جنگ کے تنوع، رسد کی فراوانی اور فوجوں کی کثرت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ خزانہ بھرا ہُوا تھا اور پھر انہیں محض دفاع کرنا تھا اور وہ بھی ایسی فوج کا جو بے سر و سامان تھی۔ یزدگرد کے تخت نشین ہوتے ہی نئے سرے سے ٹھاٹھ قائم ہو جانا ہمارے قول پر دلیل ہے۔ خسرو کو مرے ہوئے ۳، ۴ سال ہوئے تھے جن میں اتنی بڑی سلطنت کو کوئی بڑا فرق نہیں پڑتا۔ (خسرو کا دور جو کہ ایران کے عروج کا دور ہے اس کی وفات اور مسلمانوں کے حملوں کے آغاز کے درمیان ۳-۴ سال کا وقفہ ہے اور اتنی قلیل مدت کسی بڑی سلطنت کو کمزور نہیں کر سکتی)
- اگرچہ مزدکیہ فرقہ موجود تھا اور عیسائیوں کا بھی ایک فرقہ تھا۔ لیکن تاریخ میں ان کی کسی اعانت کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی انگریز مورخین نے کسی واقعہ کا ذکر کیا ہے۔
- روم کے کمزور ہونے کی بات یہ بھی غلط ہے کیونکہ مسلمانوں کے حملے سے کچھ پہلے قیصر روم نے فارس کی عظیم سلطنت پر حملہ کیا اور اصفہان تک پہنچ گیا۔ شام کے صوبے واپس لے لیے۔
- ان کے مقابلے میں عرب کی تمام فوجیں جو مصر، ایران، روم کی جنگ میں مصروف تھیں ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تک کبھی نہیں پہنچی۔ فنونِ حرب سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ فقط یرموک کی جنگ میں عربوں نے تعبیہ کے انداز پر صف آرائی کی۔ اُن کی زرہ چمڑے

چھوٹے ہوتے بلکہ مقابل ہر طرح کے سامانِ جنگ سے لیس اور فنونِ حرب کے ماہر تھے۔

## فتوحات کے اصلی اسباب

۱۔ مسلمانوں میں حضورؐ کی تعلیمات کے باعث جوش، عزم استقلال، بلند حوصلگی، ہمت اور دلیری پیدا ہو گئی تھی جسے حضرت عمرؓ نے اور زیادہ قوی اور تیز کر دیا تھا حتیٰ کہ روم و فارس کی سلطنتیں عین عروج میں بھی ان سے ٹکر نہ لے سکیں۔

۲۔ راست بازی و دیانت داری: مسلمان اخلاقی اعتبار سے دنیا کی دوسری فاتح اقوام سے بہت بلند تھے۔ یرموک کے معرکے میں مسلمان جب شام کے علاقے سے نکلے اور دمشق وغیرہ جنگی پالیسی کی وجہ سے خالی کر دیے تو جزیہ ——— ایک ایک پائی واپس کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے عبادت خانوں میں مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے لیے دعائیں مانگیں اور دوبارہ ان علاقوں پر قبضہ کی دعا کی۔ یہ تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے۔

۳۔ شام اور مصر پر رومیوں کا قبضہ غاصبانہ تھا۔ عوام حکومت کے ساتھ نہیں تھے۔ جب سلطنت کا زور مسلمانوں نے توڑ دیا تو رعایا کی طرف سے مزاحمت نہیں ہوئی۔ فارس میں عام رعایا حکومت کے ٹیکسوں اور ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے بلند اخلاق اور اعلیٰ نظام کا معائنہ کیا تو مسلمانوں کے گرویدہ ہو گئے۔

۴۔ مسلمانوں نے اوّل اوّل شام اور عراق پر حملہ کیا۔ ان علاقوں کے حاکم اگرچہ قیصر و کسریٰ کے باج گزار تھے اور عیسائی ہونے کے باعث شروع میں مقابلہ کیا لیکن عرب قومیت کا جذبہ رائیگاں نہیں گیا۔ عراق اور شام کے رؤسا مسلمان ہو کر مسلمانوں کے دست و بازو بن گئے۔

۵۔ مسلمانوں کے پیشِ نظر جوع الارض اور ہوس ملک گیری نہیں تھی۔ انہوں نے سکندر و چنگیز کی طرح انسانوں کا قتل عام نہیں کیا بلکہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتے تھے اور ان کی یہ لڑائی بھی مندرجہ ذیل چند اخلاقی پابندیوں کے تابع ہوتی تھی:-

۱۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور احبار و رہبان کو قتل نہ کیا جائے۔

۲۔ کسی کو مثلہ نہ بنایا جائے۔

۳۔ کسی کو زندہ نہ جلایا جائے اور نہ ہی مویشی، باغات، مکانات اور شہر جلائے جائیں۔

۴۔ فقط اسی شخص کو قتل کیا جائے جو میدان جنگ میں مقابل ہو کر آئے۔

۵۔ جسے قتل کیا جائے اسے کم سے کم ایذا دی جائے۔

۶۔ جو لوگ مطیع ہو کر باغی ہو جاتے ان سے دوبارہ اقرار لے کر چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک عربوں والے تین تین دفعہ اقرار کر کے پھر گئے آخر الامر انہیں جلا وطن کیا گیا لیکن ان کی جائدادوں کی پوری قیمت ادا کی گئی اور انہیں سفر کی تمام سہولتیں فراہم کی گئیں۔

۷۔ باوجودیکہ حضرت عمرؓ بنفس نفیس میدانِ جنگ میں تشریف نہ لے جاتے لیکن مختلف محاذوں پر لڑنے والے تمام فوجوں کی پوزیشن سے باخبر رہتے۔ راستوں اور میدانِ جنگ کے نقشے منگواتے، فوجوں کو ترتیب دیتے اور مدینہ میں رہتے ہوئے احکام جاری کرتے اور مکمل کنٹرول رکھتے۔ چنانچہ ان تمام فتوحات میں حضرت عمرؓ کی ماہرانہ سپہ سالاری کو سب سے زیادہ دخل ہے۔

۸۔ آپ صرف علاقے ہی فتح نہیں کرتے تھے جیسا کہ سکندر و چنگیز کا طریقہ تھا بلکہ جو علاقہ فتح ہوتا اُس کا انتظام کرتے اور جب تک انتظام مکمل اور تسلی بخش نہ ہو جاتا آگے بڑھنے کا حکم نہ دیتے۔ اس طرح آپ کی ہر فتح مستقل ہوتی۔

۹۔ فوجوں کی تربیت: فوجوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے اور اخلاقی و بدنی دونوں طرح کی تربیت دی جاتی۔

مسلمہ اخلاقی اصولوں کی جنگ کی حالت میں بھی خلاف ورزی قابل برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح فوج کو باقاعدہ بدنی ٹریننگ دی جاتی اور اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ فوج آرام طلب، سست اور عیش پسند نہ بن جائے۔

## حضرت عمرؓ کی فوجی اصلاحات

اسلام سے پہلے بڑی بڑی سلطنتوں میں بھی فوج کا کوئی

باقاعدہ انتظام نہیں ہوتا تھا بلکہ علاقہ کے بااثر لوگوں کو جاگیریں دے دی جاتیں اور ان کے ذمہ ہوتا کہ بوقت ضرورت ایک معین تعداد میں فوج مہیّا کریں گے اور بڑی بڑی سلطنتوں کی بغاوت کی شکل میں اس کی بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑتی۔

اسلام کے آغاز میں بھی کوئی منظم فوج نہ ہوتی تھی اور نہ ہی فوجیوں کے لیے کسی معقول آمدنی کا انتظام تھا۔ مالِ غنیمت میں جو کچھ آتا وہی فوجیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ۱۵ھ تک نظام فوج اسی طرح چلتا رہا۔ تاآنکہ حضرت ابوہریرہؓ عامل بحرین پانچ لاکھ روپیہ لے کر مرکز میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں سے اس کے مصرف کے بارے میں مشورہ لیا۔ ولید بن ہشام کے مشورہ سے باقاعدہ فوج کا رجسٹر اور دفتر وغیرہ بنایا گیا اور اس کا نام دیوان تجویز ہوا جو ایک عجمی (پہلوی) لفظ ہے معلوم ہوتا ہے یہ نظام حضرت عمرؓ نے سلاطین عجم میں سے کسی سے لیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے چند ماہر نسّاب ایک کام پر مامور کیے کہ تمام جنگی خدمات دینے کے قابل لوگوں کی ایک فہرست تیار کی جائے۔ چنانچہ فہرست میں جو شخص حضورؐ سے جتنی زیادہ قرابت رکھتا تھا اتنا مقدم تھا۔ الاقرب فالاقرب جن لوگوں کے نام درج رجسٹر ہوئے ان کی اور ان کی بیویوں اور بچّوں کے لیے باقاعدہ تنخواہیں اور وظائف مقرر ہوئے۔ فوج کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔

۱۔ ہر وقت جنگی مہمات میں رہنے والی فوج۔

۲۔ والنٹیر (جو بوقت ضرورت بلائے جاتے) لیکن یہ بھی باقاعدہ تنخواہ دار تھے۔

یہ تھے وہ حقیقی اسباب جن کی بنا پر فاروق اعظمؓ دنیا کے عظیم فاتح اور بے عدیل کشور کشا تسلیم کیے گئے حتیٰ کہ نپولین نے کہا تھا کہ "اگر ایک جنرل عمرؓ اور پیدا ہو جاتا تو ساری دنیا پر عربوں کی فرمانروائی ہوتی"۔

# اِنّی اَعلَمُ مَا لَا تَعلَمُون

تحریر: علامہ محمد یوسف جبریل

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین پر اپنا ایک نائب اور خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا۔ اے پروردگار! کیا آپ زمین پر ایسی مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو وہاں خونریزی کرے گی اور فساد پھیلائے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے"۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ پھر مدّتیں گزریں۔ امّتیں بنتی بگڑتی رہیں، نبی آتے رہے اور پیغام دیتے رہے نقش بنتے رہے اور بگڑتے رہے اور مٹتے رہے۔ گردشِ دوراں جاری رہی، زمانہ رنگ بدلتا رہا۔ حتیٰ کہ مقصودِ آفرینش پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آفتابِ رسالت آخری بار اپنی تمامتر رنگینیوں کے ساتھ انسانیت کے افق پر جلوہ گر ہوا۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور روئے زمین کا گوشہ گوشہ انوارِ خداوندی سے معمور ہوا۔ یعنی نبی آخرالزماں اپنی گوناگوں برکتوں کے ساتھ دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ دلوں میں انقلاب رونما ہوا، تاریخ کے دھارے پلٹ گئے۔ انسانیت کو معراج نصیب ہوئی اور شبِ معراج کو جب ملائکہ نے فخرِ کونین کی نورانی سواری سدرۃ المنتہیٰ سے بلند ہو کر عرشِ معلّٰی کی جانب محوِ پرواز ہوتے دیکھی ہو گی تو ان کو اپنی وہ بات یاد آئی ہو گی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت کہی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا تھا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں اور انہیں پھر وہ بات بھی یاد آئی ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کے جواب میں کہی تھی کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ انہوں نے کہا تھا کہ یا باری تعالیٰ! تو زمین پر ایسی مخلوق بسانے کا ارادہ کرتا ہے جو وہاں فساد کرے گی اور خون بہائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواباً کہا تھا کہ جو میں جانتا ہوں تم



نہیں جانتے۔ واقعی جو اللہ تعالیٰ جانتا تھا وہ فرشتے نہ جانتے تھے۔ فرشتے اس بات کا تصوّر بھی نہ کر سکتے تھے کہ مٹی سے پیدا ہونے والا انسان جسدِ خاکی کے باوجود وہ بلند مقام حاصل کرے گا جو نور سے پیدا ہونے والے فرشتوں کی دسترس سے بھی باہر تھا۔ جہاں فرشتوں کے پر جلتے تھے جو سدرۃ المنتہیٰ سے کہیں بلند اور عرشِ معلّٰی کے قریب تر تھا۔ جہاں خالق و مخلوق میں بالمشافہ راز و نیاز ہوتے تھے۔ جب فخرِ کونینؐ کی نورانی سواری سدرۃ المنتہیٰ سے بلند ہو کر عرشِ معلّٰی کی جانب مائل پرواز ہوتی ہو گی۔ تو فرشتوں نے سمجھا ہو گا کہ انی اعلم ما لا تعلمون کے معنی کیا تھے انوارِ محمدّی کی تجلّی میں فرشتوں نے دیکھا ہو گا کہ مٹی سے پیدا ہونے والا آدم جسے انہوں نے باعث فساد گردانا تھا بالآخر ان سے سبقت لے گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کو کماحقہ احاطۂ تحریر میں لانے کی کس کو قدرت ہے۔ آپؐ خُلقِ عظیم ہیں۔ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ یتیموں کے ملجا، غلاموں کے ماوا، مظلوم کے حامی، مسکین کے مونس، آپؐ علم و حیا کا نمونہ، عدل و انصاف کا میزان، سخاوت میں بے نظیر، مساوات کے داعی، رحم و کرم میں بے مثال اور عفو و درگزر کی مثال ہیں۔ آپؐ کی ہدایت روشنی کا مینار اور آپؐ کا اسوہ بارگاہ ربّی کی شاہراہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ عید کا روز ہے آپؐ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپؐ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ جس کے جسم پر بوسیدہ کپڑے ہیں اور جس کے چہرے پر اداسی ہے۔ اور دوسرے بچے اس کو پیٹ رہے ہیں۔ آپؐ بچّوں کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بچو! اس بچے کو کیوں مار رہے ہو؟ تو وہ بچّہ کیا کہتا ہے۔ کہتا ہے یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یتیم ہوں۔ میرے ابّا نہیں ہیں۔ اس لیے یہ بچّے مجھے مار رہے ہیں۔ تو آپ اس بچے سے کہتے ہیں۔ جس کا ابّا نہ ہو تو میں (محمدّ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ابّا ہوں۔ پھر آپؐ اس بچّے کو اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں اور امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں۔ عائشہؓ! یہ بچہ یتیم ہے اس کا باپ زندہ نہیں ہے اب میں اس کا ابّا ہوں اسے نہلاؤ صاف ستھرے کپڑے پہناؤ۔ امّ المومنین بچے کو نہلاتی ہیں، صاف ستھرے کپڑے پہناتی ہیں، اس کے بالوں میں کنگھی کرتی ہیں۔ پھر آپؐ اس بچّے کو ساتھ لے کر عید کے میدان کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ اس طرح کہ حسنؓ آپؐ کی دائیں انگلی پکڑے ہیں۔ حسینؓ بائیں ہاتھ کی انگلی پکڑے چل رہے ہیں اور یتیم بچہ آپؐ نے کندھے پر بٹھایا ہوا ہے آپؐ وہیں سے گزرتے ہیں جہاں وہ بچے کھڑے تھے جنہوں نے کچھ دیر پہلے اس بچّے کو پیٹا تھا ان بچوّں کو دیکھ کر وہ بچّہ آپؐ سے کہتا ہے — یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا رُک جائیے۔ آپ کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ بچہ ان بچوّں کو مخاطب کر کے کہتا ہے دیکھو! تم مجھے اس لیے پیٹتے تھے کہ میں یتیم تھا۔ اب دیکھو میرا ابّا محمدّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اس بچّے کی بات سن کر ان میں سے ایک بچّہ تڑپ کر پکارا۔ کہ کاش میرے ابّا بھی مر گئے ہوتے تو آج محمدّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ابّا بنتے۔

سخاوت کا یہ عالم ہے کہ ایک بار یہودی بی بی اور ایک مسلمان بی بی کے درمیان بحث چل پڑی۔ یہودی بی بی نے کہا کہ ہمارے موسیٰؑ نبی اس قدر سخی تھے کہ جو کچھ بھی فاضل ہوتا فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ یہ سُن کر مسلمان بی بی نے کہا کہ ہمارے نبی اتنے سخی ہیں کہ وہ اپنی ضرورت کاٹ کر دوسروں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ یہودی بی بی نے کہا کہ آپ کے نبیؐ کا امتحان کیا جائے۔ اس پر مسلمان بی بی نے اپنی بچی کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں روانہ کیا۔ وہ بچی آپ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا میرے ابّا کے پاس کرتہ نہیں ہے ہمیں کرتہ عنایت کر دیں۔ اس وقت آپؐ کے پاس ایک ہی کرتہ تھا جو آپؐ نے زیبِ تن کیا ہوا تھا آپؐ نے وہی اتارا اور بچّی کو دے دیا۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا۔ صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اذان ہوئی مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے۔ آخرکار انتظار کے بعد ایک صحابیؓ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مدعا بیان کیا۔ کہ نمازی آپؐ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو آپؐ کرتہ نہ ہونے کے باعث باہر تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتنی سخاوت بھی نہ کرو کہ خود مجبور ہو کر بیٹھ جاؤ۔

عفو و درگزر کا یہ عالم ہے کہ فتح مکہ کے روز جب وہ سب دشمن جنہوں نے ایذا رسانی کی سب

حدیں پھاند ڈالی تھیں آپؐ کے حضور میں حاضر ہو کر آپؐ کے فیصلہ کے منتظر تھے۔ تو آپؐ نے ان سے سوال کیا کہ لوگو! آج تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپؐ شریف بھائی ہیں اور ہمیں آپؐ سے وہی توقع ہے جو ایک شریف بھائی سے ہو سکتی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ آج تم پر کوئی پکڑ نہیں۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اس ہندہ کو بھی معاف کر دیا تھا جس نے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا۔

کاش کہ ہم مسلمان اپنے پیارے نبی کے پیارے اسوہ کی پیروی کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے پاتے۔ کاش کہ ہم اپنے جلیل القدر نبیؐ کی مقدس تعلیم پر عمل کرنے کی سعی کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس قعرِ مذلت سے نکال کر مقام اعلون پر فائز کرے۔ آمین!

---

اتحاد عالم اسلام

# .........مگر رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا!

اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے، لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد نہیں قرار دیتا۔ انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوتے ہیں۔ اصلی رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ——— وہ ایک ہے، پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ اگرچہ سمندر کی طوفانی موجوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور......... جنس و نسل کی تفرقوں نے ان کو باہم ایک دوسرے سے دور کر دیا ہو ——— یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور داعی اسلامؐ کی دعوت تھی جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا، مگر صحرائے افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے شہیدان لا الٰہ الا اللہ کی بازگشت گونجی ——— یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں، زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے۔ یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی تھی۔ ہر انسان جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا مجرد اقرار اس برادری میں شامل ہو گیا، خواہ مصری ہو، خواہ نائیجیریا کا وحشی ہو، خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک، لیکن اگر وہ مسلم ہے تو اسی ایک خاندان توحید کا عضو ہے۔ جس کا گھرانا کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ تمام دنیا اس کا وطن اور تمام قومیں اس کی عزیز ہیں، دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا ——— ممکن ہے ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے، بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے ——— ہو سکتا ہے ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت، خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمانِ وفا ٹوٹ جائیں، مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، ایک عربی بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ہندوستانی نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوست ایک جان کرتا ہے ——— دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے اور اس کی زنجیر کو کاٹ سکے، جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسانی دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔

——— ● مولانا ابو الکلام آزاد



نامور مسلم فاتحین

# حضرت اسامہ بن زید الکلبی رضی اللہ عنہما

مولانا غلام محمد سربازی

## اسامہؓ ایک انسان کی حیثیت سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسامہؓ، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت تک حیات رہے۔ ان حضرات خلفاءِ راشدینؓ کے ایامِ خلافت میں حضرت اسامہؓ کو یکساں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور انہوں نے اپنی زندگی نہایت قابلِ احترام ہستی کی طرح بسر کی۔ اور خلفاء اور عام مسلمانوں کے ہاں محترم رہے

حضرت عمرؓ فرماتے تھے میں کسی کو اس کی سالاری کی وجہ سے سلامی نہیں کرتا بجز اسامہؓ کے۔ کیونکہ رسول خدا کی رحلت کے وقت وہ سالار تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۶۷، تہذیب ابن اساکر ج ۲ ص ۳۹۴)

حضرت عمرؓ نے جب اپنے دورِ خلافت میں وظائف اور عطیات مقرر کیے تو اسامہؓ کو دیگر مہاجرین اور انصار کی اولاد پر فوقیت دی تھی۔ اپنے بیٹے عبداللہ سے بھی ایک ہزار درہم زائد وظیفہ دیا تھا۔ اس طرح عبداللہ بن عمرؓ کو تین ہزار درہم اور اسامہ کو چار ہزار درہم وظیفہ دیا۔

عبداللہ نے اپنے والد سے شکایت کی کہ آپؓ نے اسامہؓ کو مجھ سے ایک ہزار درہم زائد کیوں دیے تھے۔ کیا اس کے والد کا کوئی ایسا رتبہ تھا جو میرے والد کا نہیں اور کیا خود اس کا کوئی ایسا رتبہ ہے جو میرا نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ اسامہؓ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے والد سے محبوب تھے اور اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے (کتاب الخراج ابو یوسف ص ۵۱)

حضرت عثمانؓ بھی اسامہؓ کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ پر اعتماد بھی بے حد تھا۔ ایامِ فتنہ میں جب باغیوں کی شورش حد سے بڑھی تو مشیرانِ خاص نے رائے دی کہ مختلف شہروں اور علاقوں میں قابلِ اعتماد اشخاص کو بھیج کر وہاں شورش کے اسباب اور صحیح صورتِ حال کی تحقیق کی جائے چنانچہ جو حضرات بھیجے گئے ان میں اسامہؓ بھی شامل تھے۔ انہیں بصرے کی طرف بھیجا گیا۔ تمام حضرات تحقیق کر کے واپس آئے اور یہی رپورٹ دی کہ عام لوگوں اور معززین کو بھی کوئی شکایت نہیں ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے ابن الاثیر الکامل ج ۳ ص ۵۹)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اسامہؓ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور آخر عمر تک گوشہ نشین رہے۔ آپ مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو جواب دیا تھا۔ اگر آپ ایک اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالتے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہاتھ ڈال دیتا۔ لیکن جس وقت میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی کہ کسی کلمہ گو کے ساتھ مت لڑنا وہ آپ کو یاد ہے؟

دمشق کی فتح کے بعد آپ المزۃ میں سکونت پذیر ہوئے وہاں سے وادی القریٰ میں آئے۔ پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ جہاں جرف کے مقام پر انتقال فرمایا۔ انتقال کے بعد انہیں جرف سے مدینہ لے جایا گیا۔ جہاں تدفین عمل میں آئی۔ (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۷۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت اسامہؓ کی عمر ایک روایت میں بیس سال اور دوسری روایت کے مطابق ۱۸ سال تھی (حوالہ بالا)

ہمارے خیال میں بیس سال زیادہ صحیح ہے کیونکہ غزوۂ احد

کے وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی اور خندق کی لڑائی میں جو ۵ھ میں ہوئی پندرہ سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ۱۱ھ (۶۳۲ء) میں ہوئی۔ اس طرح اسامہؓ کی پیدائش ہجرت سے ۹ سال قبل ہوئی اور وفات ۵۴ھ میں۔ چنانچہ ان کی عمر ۶۳ سال ہوئی۔

حضرت اسامہؓ نہایت ملنسار اور با اخلاق شخصیت کے مالک تھے۔ عام لوگوں کا آپ پر اعتماد تھا اور ہر شخص کی نگاہ میں قابل احترام تھے۔ شجاعت میں بے نظیر، بے حد دلیر اور اعلیٰ درجہ کی فہم و فراست رکھتے تھے۔ ساتھ ہی بے حد متقی اور پرہیزگار تھے دینی مسائل سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ آپ کا شمار ان صحابہ میں تھا جو دینی مسائل میں فتوے دیا کرتے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۲۸ احادیث روایت فرمائی ہیں۔

(روایت بجوامع السیرۃ لابن حزم ۳۲۱)

## اسامہؓ ایک سپہ سالار کی حیثیت سے

ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا کہ انہ لخلیق للامارۃ "یقیناً وہ سالاری کا اہل ہے۔"

اور یہ بات مشہور و معروف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے جس کے ذریعے وہ کسی بھی کام یا عہدہ کے لیے موزوں اور مناسب ترین افراد کا انتخاب فرماتے تھے۔

بعض مستشرقین کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی غیر معمولی صلاحیت تھی جس کی وجہ سے آپؐ اپنے اصحاب کی قابلیت اور نفسیات سے بخوبی واقف ہو جاتے تھے اور پھر ہر شخص کو اس کی قابلیت اور نفسیات کے مطابق کام سپرد فرماتے تھے۔ اور یہی بات آپ کے دین کی کامیابی کی ایک اہم وجہ بھی تھی۔

منافقین نے اول تو اسامہؓ کی سالاری پر ان کی کم عمری کی وجہ سے اعتراض کیا۔ (طبری)

پھر دوسرے لوگوں میں یہ بات پھیلی۔ یہاں تک کہ عرب کے بعض اہل قلم نے بھی مستشرقین کی تقلید کرتے ہوئے قصداً یا قصد کے اس بات کو اس طرح ذکر کیا ہے۔ جیسے یہ ایک صحیح حقیقت ہو۔

لیکن اسامہؓ میں اگر وہ صلاحیتیں موجود نہ ہوتیں جو اس منصب کے لیے ضروری ہیں تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایسے لشکر کا سالار بناتے جس میں آپ کے بیشمار اصحابؓ شامل تھے اور جسے ایک ایسی مہم پر جانا تھا جس کے نتائج قطعاً نامعلوم تھے؟ یقیناً نہیں۔

جبکہ ایک عام سمجھ رکھنے والا شخص بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا کہ ایک نااہل نوجوان کو ایسے لشکر کی قیادت سونپ دے جس میں اس کے اہل خاندان اور خاص دوست بھی شامل ہوں اور پھر وہ ایک خطرناک ترین مہم پر جا رہا ہے۔ جس میں ہلاکت کے امکانات قوی ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو یقیناً مافوق الفطرت صلاحیتوں کے مالک تھے جس کا اعتراف مستشرقین کو بھی ہے کس طرح ایسی حرکت سرزد ہوتی؟

آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ میں وہ کون سی صلاحیتیں پائی تھیں جن کی وجہ سے آپؐ نے انہیں ان خطرناک حالات میں ایسی پُرخطر مہم پر جانے والے لشکر کی قیادت سونپی۔

اس سے پہلے کہ ہم اسامہؓ کی ان صلاحیتوں کا ذکر کریں جن کی وجہ سے وہ اس عظیم منصب کے اہل ٹھہرے تھے ضروری ہے کہ اس مہم میں انہیں جو فرائض سرانجام دینے تھے ان پر ایک نظر ڈالیں۔

اس مہم میں اسامہؓ کو جو فرائض سونپے گئے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بیان کر دیے تھے کہ ان کی سوار فوج بلقاء کی سرحدوں اور داروم کو مسلسل سفر کرتے ہوئے صبح کو غفلت کے وقت میں روند ڈالے اور اپنی مہم سر کرنے کے بعد بلا تاخیر مدینہ کو لوٹ آئے

اس سے معلوم ہوا کہ اسامہؓ کی اس مہم کا مقصد ایک عظیم فوج کشی تھی۔ جس سے رومیوں اور ان کے حلیفوں پر ایک نفسیاتی اثر ڈالنا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رومی سرحدوں پر ان مسلسل اور اچانک حملوں سے مسلمانوں کی عملی قوت کا اظہار بھی چاہتے تھے تاکہ رومی مسلمانوں پر کوئی اچانک حملہ نہ کر سکیں۔

جیسا کہ آج کل یہ مقولہ مشہور ہے۔ "اچانک حملہ دفاع کا بہترین ذریعہ ہے۔"



چنانچہ اس مہم کے لیے اچانک حملہ، بے مثال سرعت اور تیز رفتار جنگ ضروری تھی اور یہ ایسے دشمن کے مقابلہ میں تھی جسے منظم اور غیر منظم دونوں طرح کی افواج میسر تھیں اور جن کے مادی وسائل مسلمانوں کے مادی وسائل سے بدرجہا زیادہ تھے۔

چنانچہ اس قسم کی مہم کے لیے ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو بے مثال شجاعت کا مالک ہو جس کے اندر فوری اقدام اور اچانک حملہ کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہو جو ایسا مضبوط عقیدہ رکھتا ہو کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو، صاحب عقل ہو تاکہ نتائج کا بخوبی اندازہ لگا سکے اور اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان بھی ہو تاکہ مشقتیں برداشت کر سکے اور تکالیف کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اسامہؓ میں یہ اوصاف مکمل طور پر موجود تھے۔ ان کا کم عمری میں شوقِ جہاد۔ چنانچہ غزوۂ احد کے موقعہ پر بھی انہوں نے شرکت پر اصرار کیا تھا لیکن آپؐ نے کم عمری کی وجہ سے انہیں واپس کر دیا تھا۔ حنین کے معرکہ میں جب بڑے بڑے بہادر بھی میدان چھوڑ گئے تھے ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنا اور کئی غزوات میں ان کی بے مثال شجاعت اور اولوالعزمی کا مظاہرہ وغیرہ۔

اور پھر اسامہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں خود آپؐ کی نگہداشت میں بچپن گزارا۔ بڑے ہوئے ہوش سنبھالتے ہی اسلام کی آواز کانوں میں پڑی۔ اس طرح بچپن ہی سے عقیدے میں پختگی پیدا ہو گئی تھی۔

عقلی اعتبار سے یہی بات ان کے لیے کافی تھی — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک نازک خاندانی مسئلہ (قصہ افک) پر رائے طلب کی تھی۔ اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ اور عمر کے لحاظ سے بھی عنفوانِ شباب تھا۔

ان تمام اوصاف کا مالک ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس عظیم مہم کی قیادت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور وہ اس کے اہل بھی تھے۔

اسامہؓ کی اس کامیاب مہم کے بڑے دُور رس اور مفید نتائج برآمد ہوئے۔ عرب کے باغیوں نے سوچا۔ اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو ایسا عظیم لشکر نہ بھیجتے۔ چنانچہ وہ کئی ایسے اقدامات سے رُک گئے جنہیں مسلمانوں کے خلاف عمل میں لانا چاہتے تھے۔ (ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۲۳)

اور رومیوں نے سوچا "انہیں اپنے آقا کی وفات نے ہماری سرزمین پر لشکر کشی سے نہیں روکا (طبقات ابن سعد ج ۴ ص)

چنانچہ وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لیے دفاعی تیاریوں میں مشغول ہو گئے اور اس طرح ان کے ذہنوں سے یہ بات نکل گئی کہ وہ مسلمانوں کے نبیؐ کی رحلت کو غنیمت جانتے ہوئے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیتے۔

## تاریخ میں اسامہؓ کا ذکر

تاریخ اسامہؓ کو ایک ایسے قائد کی حیثیت سے ذکر کرتی ہے جو پہلے مسلمان عرب جرنیل تھے جنہوں نے وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد رومی سلطنت پر زبردست حملہ کیا اور وہ پہلے مسلمان قائد تھے جنہوں نے عرب کے مسلمانوں میں رومن ایمپائر پر جارحانہ حملے کی جرأت پیدا کی۔

چنانچہ ان کی یہ مہم بے حد عظیم اور نہایت دور رس نتائج کی حامل تھی اور یقیناً فن حرب کی تاریخ میں اس مہم کا ذکر بے حد اہمیت سے کیا جائے گا۔

اسلام سے پہلے عرب بے چارے رومن ایمپائر کے ساتھ ٹکر لینے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کی اشاعت کے بعد اس کی داخلی مضبوطی کا مسئلہ بعید اہم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر تیار کر کے اس عظیم مہم پر بھیجا تاکہ اس کے ذریعہ طاقتور رومی سلطنت سے جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں کی حفاظت کی جا سکے۔ اور اس کے لیے ضروری تھا کہ ایک ایسا قائد موجود ہو جو ممتاز خصوصیات کا حامل ہو تاکہ وہ قائد اس عظیم ذمہ داری کا متحمل ہو سکے۔

اور اس مہم کی کامیابی نے یہ ثابت کر دیا کہ اسامہؓ نے یہ ذمہ داری مکمل طور پر سرانجام دی۔ خدا کی کروڑوں رحمتیں ان پر ہوں۔

تاریخ اسلام اپنے اس عظیم قائد پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ افسوس کہ آج ہم اپنے اسلاف کے زرّیں کارنامے فراموش کر چکے ہیں۔

# بائبل اور قرآن

تحریر : خالد محمود عارف لاہور

یُوں تو یہ سوال کچھ نیا نہیں کہ کیا قرآن حکیم بائبل (BIBLE) سے ماخوذ ہے؟ قدیم مشرکین بھی اسے اساطیر الاولین (اگلوں کی قصہ کہانیاں) قرار دیتے تھے۔ مگر جدید مشرکین (مستشرقین) تو واشگاف لفظوں میں قرآن کریم کا رشتہ بائبل سے جوڑنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جس طرح اگلے زمانے کے مشرکین ہر قسم کے دلائل سے تہی اور محض ظن و گمان سے مسلح تھے۔ اسی طرح اس دور کے مخالفین بھی براہین کی دنیا میں مفلسِ محض ہیں۔ اور صرف اندازے اور تخمینے کے پجاری ہیں۔ جس طرح دور گذشتہ کے جہلا، دلیل سے زیادہ دعوے پر زور دیتے ہیں۔ اسی طرح آج کے "احمق" بھی دعوے کی رٹ تو بڑے زور سے لگاتے ہیں۔ مگر اثبات دعویٰ کی منزل میں بُری طرح پچھاڑے جاتے ہیں۔

آج ہم بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ یورپ باایں علم و فضل بھی اس دعوے کو ثابت کرنے میں پوری طرح ناکام ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بائبل کے علوم حاصل کئے تھے۔ گو اس کو ثابت کرنے کے لئے تمام عیسائی دنیا ایڑی چوٹی کا زور لگا چکی ہے۔ مگر یہ سوالات ابھی تک باقی ہیں۔ کہ آپؐ نے بائبل کس سے پڑھی؟ کس زمانے میں پڑھی؟ کس کے سامنے پڑھی؟

## فرنچ مصنف کی شہادت

جس ماحول میں آنحضرتؐ کی ولادت اور پرورش ہوئی۔ کیا اس ماحول کو بائبل اور اس کے مضامین سے کچھ علاقہ تھا؟ جس معاشرہ میں آپؐ نے آنکھ کھولی اس میں کون تھا۔ جو آپؐ کو بائبل پڑھا سکتا؟

علامہ شبلی اپنی کتاب الکلام میں لکھتے ہیں :-

"عیسائیوں نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے بہت کوشش کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ پڑھے لکھے تھے۔ توات و انجیل سے واقف تھے۔ اور جرجیس نامی عیسائی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو خدا کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہونا اور بھی زیادہ بعید بلکہ محال تھا۔ کیونکہ اس زمانہ کی تورات و انجیل اور عیسائی معلم اسی خدا کی تلقین کر سکتے تھے۔ جو خود ان کا خدا تھا۔ فرانس کا مشہور فاضل کاؤنٹ ہنری دی کاستری اپنی کتاب "اسلام" میں لکھتا ہے :-

"ان روایات کا پتہ لگانا کہ جن سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرتؐ نے عیسائیوں، یہودیوں اور ستارہ پرستوں کے عقائد بالمشافہ حاصل کئے تھے فائدہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس سے ان مقامات کی تشریح ہوتی ہے جہاں قرآن کریم اور تورات کی آیتیں ہم مضمون ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ درجہ دوم کی بحث ہے۔ کیونکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن آسمانی کتابوں سے ماخوذ ہے۔ لیکن یہ مشکل حل نہیں ہوتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ مذہبی روح کیونکر پیدا ہوئی۔ اور روحانیت کا ایسا مضبوط اعتقاد کیونکر پیدا ہوا۔ جو ان کے جسم و روح پر بالکل چھا گیا"

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے۔

یہ محال ہے کہ یہ اعتقاد تورات اور انجیل کے مطالعہ سے پیدا ہو۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کتابوں کو پڑھا ہوتا تو ان کو اٹھا کر پھینک دیا ہوتا۔ کیونکہ ان کی فطرت اور وجدان اور مذاق کے مخالف تھیں۔ اس قسم کے اعتقاد کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہونا ان کی زندگی کا سب سے بڑا مظہر ہے اور وہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ رسول صادق اور پیغمبر مامون تھے"۔

"الکلام، ص۱۵۰ مطبوعہ کراچی پاکستان"

اس فرنچ[1] مصنف نے اپنے مختصر مگر جامع لفظوں میں اپنے دعوے پر جو دلیل دی ہے وہ حقیقت میں بے نظیر ہے۔ غور کیجئے عیسائیوں کے پاس کیا تھا؟ اور اب تک کیا ہے۔ تین میں ایک اور، ایک میں تین۔ یہ فلسفہ آج تک کسی کو سمجھ آ سکا؟ ظاہر ہے اگر آنحضرتؐ ان سے تعلیم حاصل کرتے تو اس قسم کی باتیں فرماتے مگر سارا قرآن اٹھا کر دیکھ لیجئے اس قسم کے عقائد کی تردید تو مل جائے گی۔ مگر اثبات میں ایک شوشہ تک نہیں پایا جاتا۔

[1] (FRUNCH)



# شعاعِ نور

مولانا وحیدی الحسینی فاضل دیوبند

سوادِ شب سے پھوٹی صبح کی پہلی کرن ساقی
اُلٹنے کو ہے محفل سے بساطِ اہرمن ساقی

نہ شورِ انجمن ساقی نہ زورِ علم و فن ساقی
جہاں کو اب سنوارے گا مرا دیوانہ پن ساقی

نفس کی آنچ سے روشن کریں جو شمعِ ہستی کو
انہیں کے دم سے قائم ہے فروغِ انجمن ساقی

نمودِ حق کو پھر سے جلوۂ تجدید دینا ہے
پرانا ہو گیا نظارۂ دار و رسن ساقی

چمن رنگیں ہوا ہے جن کے خونابِ شہادت سے
انہیں کا حسن ہے آفاق میں پرتو فگن ساقی

جو غم کی تلخ کامی میں خوشی محسوس کرتے ہیں
انہیں کے رُخ سے پیدا ہے مسرت کی پھبن ساقی

خرد کی زور دستی سے تمدّن چاک داماں ہے
کہیں بن کر نہ رہ جائے یہی چاکِ کفن ساقی

شعاعِ نور، اب ظلمت فزائے بزمِ عالم ہے
کہ بجھ کر رہ گئی ہے شورشِ دل کی لگن ساقی

یہ زہرِ خود پرستی جسم و جاں ہی کو نہ لے ڈوبے
اشارہ کر رہی ہے تلخئ کام و دہن ساقی

جہاں سرو و سمن آپس میں خود دست و گریباں ہوں
وہ گلشن ہے کہاں شایانِ اربابِ وطن ساقی

جہاں مقصود ہو نشو و نمائے قالبِ خاکی
وہاں ممکن نہ ہو گا ارتباطِ جان و تن ساقی

کروں میں غیر سے کیا شکوۂ آزار وحیدی
کہ اپنی ہی طرف ہے خود مرا روئے سخن ساقی

## محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت سیدنا شیخ

# عبدالقادر جیلانی

قدس سرۂ العزیز

عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

اللہ کے ہو جاؤ، تقویٰ ضروری سمجھو۔ اپنے نفس کا ساتھ نہ دو، صبر کا دامن تھام لو، اللہ کے طلبگار بن جاؤ، غرور سے باز آ جاؤ، ظاہر کی آراستگی پہ اکتفا نہ کرو۔ طرح طرح کی غذا کھا مگر زہد کے ہاتھ سے، نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے قسم قسم کا کھانا کھا۔ مگر تیرا دل حق تعالےٰ کے ساتھ رہے، تو کھانوں کی خرابی سے محفوظ رہے گا۔ اگر طبیب کے ہاتھ سے کھائے گا۔

تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے، تم امانت کھو بیٹھے، تمہارے درمیان سے رحمت و شفقت اٹھ گئی، شریعت کے احکام تمہارے پاس امانت تھے۔ جن کو تم نے چھوڑ دیا۔ افسوس، اگر تو امانت کی حفاظت ضروری نہ سمجھے گا تو عنقریب تیری آنکھیں پانی اُگتر آئے گا۔ حق تعالےٰ اپنی رحمت کا دروازہ تجھ پر بند کر دے گا۔

اپنے سروں کو اللہ کے سوا دوسروں کے سامنے جھکانے سے محفوظ رکھ۔

اندھے پن اور غفلت کے ساتھ لوگوں سے میل جول مت رکھ بلکہ بصیرت اور علم و بیداری کے ساتھ ان سے مل۔ اگر ان کی طرف سے کوئی اچھی بات تجھے ملے تو اختیار کر لے۔ بُری بات ہو تو اُس سے خود بھی اجتناب کر اور ان کو بھی روک۔

افسوس، تو کس قدر تاویلیں کرتا اور وجوہِ جواز ڈھونڈتا ہے۔ اپنے ناروا فعل کی تاویلیں کرنے والا بدعہد باغی ہے۔ عزیمت جاتی رہی اور اس کے اہل بھی جاتے رہے۔ یہ زمانہ رخصتوں کا رہ گیا نہ کہ عزیمتوں کا۔ یہ زمانہ دوغلی بات اور نفاق اور دوسروں کے مال لینے کا رہ گیا۔

بہت لوگ ہیں جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام نیک کام مخلوق کے لیے کرتے ہیں، خالق کے لیے نہیں کرتے۔ اس دنیا کا بڑا حصّہ مخلوق ہی مخلوق بن گیا۔ تم سب مردہ دل ہو، زندہ نفس ہو، زندہ خواہش والے ہو، طالب دنیا ہو۔ دل کی زندگی اس میں ہے کہ مخلوق کے خیال سے نکل جائے اور باطنی طور پر اللہ سے وابستہ ہو جائے۔ یہاں صورت کا اعتبار نہیں۔ قلب کی زندگی حق تعالےٰ کے حکم کی تعمیل۔ ممانعت پر پابند رہنے اور مصائب میں صبر رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

مالدار بننے کی تمنا نہ کرو۔ ابوالہوس مت بنو۔

علم بغیر عمل کے مفید نہیں۔ کما اور کھا اور اس سے دوسروں کی غمخواری بھی کر۔

اللہ کا شکوہ بندہ سے نہ کر۔ اللہ سے ڈرنا کامیابی کی کنجی ہے۔

غنیمت سمجھ زندگی کے دروازہ کو جب تک وہ کھلا ہوا ہے۔

لوگو! بناؤ جو کچھ توڑ چکے ہو۔ دھو لو! جس کو گندہ کر چکے ہو، سنوار لو! جس کو بگاڑ چکے ہو۔ صاف کر لو! جس کو میلا کر چکے ہو۔ لوٹا دو! جو چھین چکے ہو۔

واعظ بننا زیبا نہیں جب تک اپنے باطن کے اعتبار سے سب کچھ چھوڑ نہ دے۔

کاہل ہمیشہ محروم رہتا ہے پشیمانی کی رسّی اس کی گردن میں ہوتی ہے۔

بدکاروں کی صحبت سے پرہیز رکھو، اللہ تعالےٰ سے شرماؤ۔ غفلت میں نہ پڑے رہو۔

شریعت پر عمل کرنے ہی سے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

طلب کرو یا نہ کرو، رزق مقدر ضرور ملے گا۔



احمق کی صحبت بڑی نقصان دہ ہے اگر تو جاہلوں کی صحبت اختیار کرے گا تو ان کی جہالت تجھ تک بھی پہنچے گی۔

اپنی حقیقت کو پہچانو۔ قلب کے عمل کے بغیر زبانی علم تجھ کو حق کی طرف ایک قدم بھی نہ چلا سکے گا۔ رفتار قلب ہی کی رفتار ہے۔ بشرطیکہ اعضاء سے شریعت کی حدود کی محافظت ہو۔

جس نے اپنے اعمال مخلوق کے لیے کیے اس کا کوئی عمل نہیں۔ اعمال خلوتوں ہی میں ہوتے ہیں جلوتوں میں نہیں ہوتے۔ بجز فرائض کے کہ ان کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اگر بنیاد کو مضبوط کرنے میں کوتاہی ہو چکی تو اوپر کی عمارت کی مضبوطی بے سود ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو اور اوپر کی تعمیر میں خرابی آ جائے تو تعمیر کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اعمال کی بنیاد توحید و اخلاص ہے جس کے پاس توحید و اخلاص نہ ہو اس کے پاس کوئی عمل نہیں۔

ریاکار کا کپڑا صاف ہے دل گندہ ہے۔ مباح چیزوں کو ترک کر کے زاہد بنتا اور کمائی کرنے سے کاہل رہتا ہے۔ دین کے ذریعہ سے کماتا ہے اور کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ عوام سے اس کی حالت پوشیدہ ہے، مگر خواص سے مخفی نہیں۔ اس کا سارا زہد اور ساری اطاعت ظاہر ہی میں ہے۔ اس کا ظاہر آباد ہے اور باطن ویران۔ اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے صرف قالب سے نہیں۔

تیری زبان پرہیزگار ہے مگر دل بدکار، تیرا ظاہر مسلمان ہے مگر دل کافر۔ تیرا بیرون موحّد ہے مگر باطن مشرک۔ تیرا زہد ظاہر میں ہے، تیرا دین ظاہر میں ہے لیکن تیرا باطن خراب ہے جیسے بیت الخلاء پر قلعی۔ مومن اوّل اپنا باطن آباد کرتا ہے، پھر ظاہر کو بناتا ہے۔ جیسے مکان بنانے والا پہلے اندرونی حصّہ بناتا ہے پھر اندرونی تعمیر سے فارغ ہو کر دروازہ بناتا ہے۔

ایمان داروں کی آزمائش ہوتی ہے۔

خدمت کرو، مخدوم بن جاؤ گے۔ عبادت میں تکلّف نہ برتو۔ افسوس، کہ تو حافظ قرآن بنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا۔

سنت رسول اللہؐ کا حافظ بنتا ہے اور اس کی عملی موافقت نہیں کرتا۔

دوسروں کو حکم دیتا ہے، خود نہیں کرتا۔ تم کیوں کہتے ہو ایسی بات جو خود نہیں کرتے۔ تم کو شرم نہیں آتی۔ کیوں دعوےٰ کرتے ہو ایمان کا؟ حالانکہ تم خود مومن نہیں۔

بغیر عمل کے تحصیلِ علم میں عمر ضائع نہ کرو۔

شریعت کی حدود کی حفاظت کرو۔

عارف مصیبت میں مبتلا رہ کر بھی دم نہیں مارتا۔

شریعت پر عمل کرنے ہی سے حقیقی تصوّف حاصل ہوتا ہے۔

اوّل ظاہری فقہ حاصل کر، پھر باطنی فقہ کی تحصیل کے لیے عزلت اختیار کر۔

تونگری کی طلب چھوڑ دو تونگر بن جاؤ گے۔

اے علم کا دعوےٰ کرنے والے مولوی! اللہ کے ڈر سے تیرا رونا کہاں گیا؟ تیری طرف سے گناہوں کا اقرار کہاں گیا؟ شب و روز اللہ کی اطاعت میں بسر کرنا کیا ہوا؟ تیری اپنے نفس کو ادب آموزی کہاں گئی؟ تیری توجہ کا پورا مرکز کرتہ، عمامہ، کھانا پینا، نکاح، مکان، دکان اور دنیا کے ساتھ تعلق ہی ہو کر رہ گیا۔ اپنی توجہ کو ان تمام چیزوں سے الگ رکھ۔ اگر ان میں سے کوئی چیز تیرے نصیب کی ہو گی تو اپنے وقت پر خود تیرے پاس آ جائے گی۔

علماء، صلحاء اور اولیاء پہاڑوں کی طرح ہیں جن کو آفات و مصائب کی آندھیاں نہ ہلا سکتی ہیں نہ اکھاڑ سکتی ہیں وہ توحید کے مقام سے ہلتے بھی نہیں ہیں۔

مالدار اور فقیر کے درمیان امتیاز نہ رکھو۔

عامل بن جا، جان بوجھ کر جاہل نہ بن۔

عالم باعمل اللہ کا نائب ہے۔

بندے کے دل کی آبادی اسلام ہے۔ تم نفس کے، دنیا کے اور خواہش کے بندے ہو۔

عبادت پر گھمنڈ نہ کرو۔

تمہارے اقوال ہیں اور افعال ہیں تو ان میں توحید اور اخلاص نہیں۔

# خاندانی منصوبہ بندی ایک سازش ہے

## اردن کے علماء کا اعلان

اخبار العالم الاسلامی مکۃ المکرمۃ کے مطابق اردن کی تمام اسلامی تنظیموں کی مشترکہ مجلس نے تحدید نسل کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان جاری کیا ہے —

حافظ مقصود احمد

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ تحدید نسل کا پروپیگنڈا مختلف تنظیموں کی طرف سے کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے اور فکرِ سلیم اس کا انکار کرتی ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تحدید نسل ایک شخصی معاملہ ہے اور آدمی کی ذات ضرورت اور صحت پر اس کا دار و مدار ہے اس کو ایک عمومی مسئلہ بنا کہ تمام لوگوں پر ٹھونسنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

معاشی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بلاد عرب جو بحر محیط اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے، ان کی زمین کی زرخیزی، متنوع زرعی پیداوار اور معدنی ذخائر اس قابل ہیں کہ ۵۰۰ ملین اشخاص سے بھی زیادہ اس علاقہ میں بسہولت بس سکتے ہیں حالانکہ اس منطقہ کی کل موجودہ آبادی ۱۲۰ ملین سے بھی کم ہے جو کہ مطلوبہ تعداد کے $\frac{1}{4}$ سے بھی کم ہے۔

ہاں اگر تحدید نسل ضروری ہوتی تو سب سے پہلے چین کو اس پر کاربند ہونا چاہیے تھا۔ جہاں ۷۰۰ ملین لوگ بلاد عرب کے مقابلہ میں بہت تنگ جگہ میں بس رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہاں تحدید نسل کے داعیوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اس کو وطن کے ساتھ خیانت تصور کیا جاتا ہے یہی حال روس اور دیگر اشتراکی ممالک کا ہے۔ جو اپنی افرادی قوت کو اردگرد کے ممالک سے بہتر حالت میں رکھنا چاہتے ہیں۔

افسوس تو ہم عربوں پر ہے جو تحدید نسل کے پرچارک بن رہے ہیں۔ حالانکہ ہم ہی تھے جو چند سال قبل یہ کہتے تھے کہ صیہونی اسلحہ کے مقابل ہم اپنی عددی برتری کی وجہ سے یہودیوں پر غالب آ جائیں گے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہماری شہ رگ میں اسرائیل کا خنجر ہے جو چاروں طرف اپنی سرحدیں بڑھا رہا ہے اور افرادی قوت میں اضافہ کی خاطر بچے جننے والی عورتوں کو خصوصی وظائف اور صاحبِ اولاد مردوں کو مالی امداد دے رہا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ایک محدود رقبے میں آباد ہے اور اقتصادی وسائل بھی کچھ زیادہ امید افزا نہیں — لیکن سرحدوں کو وسعت دینے کے لیے عددی تفوق کو وہ بھی ضروری سمجھتا ہے۔

ان حالات میں عربوں کا تحدید نسل بر اصرار اور عمل کرنا چہ معنی دارد؟ اگر ہماری یہی حالت رہی تو ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ یہود تو تعداد کے لحاظ سے عربوں سے بے تحاشا بڑھ جائیں گے اور خود عرب صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اندریں حالات تحدید نسل کا پروپیگنڈا طوطے کی رٹ ہے جو مغرب کی اندھی تقلید میں ہم لوگ لگا رہے ہیں۔ اچھی بات کی تقلید تو بہرحال اچھی ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ مغرب کی ہر بری بات کو بھی آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے۔



گذشتہ سے پیوستہ

بناتِ اسلام

# حضرت اُمِّ مغیث رضی اللہ عنہا

## جن کی فصاحت و بلاغت پر لوگ ششدر رہ جاتے تھے

محمد اسحاق بھٹی

### عورتوں کے مجمع میں

اسی طرح وہ عورتوں کے مجمع میں بھی جاتیں اور ان کو اپنے انداز سے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتیں۔ عورتیں ان کی بات توجہ اور انہماک سے سُنتیں اور اس سے نصیحت حاصل کرتیں۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھیں کہ وہاں عورتوں کا جمگھٹا دیکھا اور ان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوتے فرمایا۔

اے گروہِ خواتین! اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو تم پر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں وہ بڑے اہم ہیں۔ گھر کی حفاظت، امورِ خانہ داری میں انہماک، ایک دوسرے سے صلہ رحمی، بچوں کی نگرانی اور ان کی تعلیم و تربیت تمہارے وہ بنیادی فرائض ہیں جن سے تم کسی صورت میں صرفِ نظر نہیں کر سکتیں تم گوناگوں ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہو۔ تمہاری ایک اساسی ذمہ داری یہ ہے کہ بچوں کو نیکی کا راستہ دکھاؤ اور ان کو امورِ خیر کا درس دو۔ بچوں کے بارے میں روز قیامت تم سے پوچھا جائیگا۔ اگر تم نے ان کی بہتر تربیت نہیں کی ہے تو قابلِ سزا قرار پاؤ گی اور اگر اس باب میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا ہے اور ان کی تربیت کے لئے کوشاں رہی ہو تو بارگاہِ خداوند قدوس میں تمہارے حق میں اس کے نتائج مرتب ہوں گے۔

### عمدہ اوصاف

حضرت ام مغیث رضی اللہ عنہا عمدہ اوصاف کی مالک تھیں۔ ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ غلط بات کو کسی بات میں بھی برداشت نہ کر سکتیں۔ اگرچہ اظہار حق سے کتنا ہی نقصان پہنچتا ہو اور غلط چیز کی حمایت سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مگر یہ بہرحال میں حق کی حمایت اور برائی کی تردید کرتیں۔

دوسری خوبی ان میں یہ تھی کہ غلط بات کو کسی انداز میں بھی برداشت نہ کر سکتیں۔

دوسری خوبی ان میں یہ تھی کہ اپنا نقصان کر کے بھی دوسرے کو نفع پہنچاتیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھاتیں جس سے دوسرے کے نقصان کا ذرا بھی احتمال ہو۔

تیسری چیز جو ان میں نمایاں تھی وہ انسانی ہمدردی تھی۔ اس سلسلے میں یہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی امتیاز روا نہ رکھتیں۔ کوئی کافر اور منکرِ اسلام بھی تکلیف میں مبتلا ہوتا یا بھوک پیاس سے دوچار ہوتا تو معاشی ابتلاء کا شکار ہوتا تو اس کی امداد کرتیں۔ اس سے ہمدردی کا برتاؤ کرتیں اور اس کو بہتر سلوک کا مستحق گردانتیں۔

چوتھی صفت ان میں یہ تھی کہ خدمتِ خلق کے لئے ہر آن تیار رہتیں۔ عورتوں کو بازار سے سودا سلف لا کر دیتیں اور ہر کام میں ان کی مدد کرتیں

یہ اور اس قسم کے بہت سے اوصاف تھے جو ان کی فطرت بن چکے تھے اور جن پر یہ پوری پابندی سے عمل پیرا تھیں۔

## وفات

حضرت ام مغیث رضی اللہ عنہا نے ۶۲ سال عمر پائی۔ ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا۔ عامل مکہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں بہت سے حضرات نے شرکت کی۔ جن میں صحابہؓ اور مشہور تابعین کی بھی خاصی بڑی تعداد شامل تھی۔

ایک روایت کے مطابق ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وہ دفن کے وقت بھی قبر پر موجود تھے ــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی تدفین کے بعد بتایا کہ امّ مغیث بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں۔ انہوں نے اسلام کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، یہ پاکیزہ اخلاق اور اونچے کردار کی خاتون تھیں۔ جو بات کرتیں صحت و صفائی سے کرتیں اور کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتیں۔ یہ سب کی ہمدرد اور خیر خواہ تھیں۔

لکھا ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ یہ الفاظ کہہ رہے تھے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

## برائے توجہ ایجنٹ حضرات و قارئین کرام

بعض شہروں کے ایجنٹ حضرات کی طرف کافی بقایا جات واجب الادا ہیں لیکن وہ حضرات ادائیگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ ادارہ بہت بڑی رقوم وصول نہ ہونے کی وجہ سے آئندہ اخراجات کا متحمل نہیں۔ اس لئے انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ نادہندہ ایجنٹ حضرات اگر اپنے بقایا جات آخر جون تک دفتر بھجوا دیں تو اس کو پرچہ جاری رکھا جائے گا ورنہ پرچہ بند کر دیا جائے گا۔ اس صورت میں مقامی حضرات یا تو اپنا چندہ سالانہ براہ راست دفتر میں بھیج دیں یا اپنے ایجنٹ کو مجبور کریں کہ وہ رقم ادا کرے۔

سر دست ہم ان حضرات کی فہرست شائع نہیں کر رہے۔ ماہ جون کے بعد ان شہروں کی فہرست چھاپ دی جائے گی تاکہ قارئین کرام ہمارے فیصلہ سے مطلع رہیں۔

بشیر احمد چوہان ناظم

## سانحۂ ارتحال

ہمارے انتہائی محترم دوست اور کرم فرما جناب مقبول الرحمٰن صاحب مالک مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور کے والد گرامی انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اس سانحہ ارتحال پر مقبول صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ شریک غم۔



(بچوں کا صفحہ)

# فضائلِ تسمیّہ

عبد الرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

پیارے بچو! آؤ آج ہم تمہیں ایک نسخۂ کیمیا بتلائیں۔ جو خداوند تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی معرفت اوّل یہی سبق دیا۔ کہ ہر کاروبار میں میرا ہی نام لیا کریں اور ہر چیز کا فاعل حقیقی اور مؤثر تام جان کر برکت اور استعانت کے لیے مجھ ہی کو یاد کیا کریں۔ سو اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے اور ہر کار خیر میں بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم دیا اور یہ سنا دیا کہ جو کام اس سے خالی ہوگا وہ گو عادۃ اللہ کے موافق اپنے اسباب پر مرتب ہو جائے گا مگر اس میں وہ روحانی برکت جو اللہ تعالیٰ سبحانہٗ فاعل اصلی کی یاد اور اس کی مدد سے ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔ خدا تعالیٰ ہی سے برکت اور استعانت طلب کی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے نام میں بھی وہی اثر ہے۔ (تفسیر حقانی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ترجمہ: (شروع کرتا ہوں) ساتھ نام اللہ کے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

بسم اللہ شریف ذکر کرنے والوں کا ذخیرہ ہے، طاقتوروں کی عزت ہے، کمزوروں کی پناہ ہے۔ اہل محبت کے لیے نور ہے، اہل شوق کے لیے سرور ہے۔ بسم اللہ روحوں کی راحت ہے، جسموں کی نجات ہے، سینوں کا نور ہے، تمام امور کی درستی کا ذریعہ ہے، اہل اعتماد کا تاج ہے، اہل وصال کے لیے چراغ ہے، عاشقوں کو بے پروا کر دینے والا۔ بسم اللہ نام ہے اس کا جس نے کچھ بندوں کو عزت اور کچھ بندوں کو ذلت دی ہے۔ یہ نام ہے اس ذات کا، جس نے اپنے دشمنوں کا دوزخ کو منتظر بنایا اور اپنے دوستوں کے لیے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا۔

بسم اللہ ہر سورت کا آغاز ہے۔ یہ اس خدا کا نام ہے جس کے ذکر سے تنہائیاں پُرلطف ہو جاتی ہیں۔ یہ اس کا نام ہے جس کے نام پر نماز ختم ہوتی ہے، یہ اس کا نام ہے جس پر سب کو حسنِ ظن ہے۔ یہ اس کا نام ہے جس کے لیے آنکھیں بیدار رہتی ہیں۔ یہ اس کا نام ہے جو کسی چیز کے متعلق "کُن" فرماتا ہے تو وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے۔ یہ نام ہے اس کا جو ہاتھ کے چھونے سے پاک ہے۔ لوگوں سے بے نیاز ہے، قیاس سے بالاتر ہے، ایک ایک حرف کرکے بسم اللہ کہو، ہزار ہزار اجر ملے گا۔ اور سب کے سب تمہارے گناہ مٹ جائیں گے۔ جو شخص زبان سے بسم اللہ کہے گا دنیا اس کی شاہد ہوگی جو دل سے کہے گا آخرت اس کی شاہد ہوگی۔

بسم اللہ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے منہ لذت آگیں ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس کی موجودگی میں غم باقی نہیں رہتا۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے نعمت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے عذاب دُور ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو اس امّت کے لیے مخصوص ہے۔ یہ ایسا کلمہ ہے جو جلال اور جمال کا مجموعہ ہے ــــ لفظ بسم اللہ جلال در جلال ہے اور الرحمٰن الرحیم جمال در جمال۔ جس نے جلال کو دیکھا فنا ہو گیا اور جس نے جمال کو دیکھا زندہ ہو گیا۔ بسم اللہ ایک ایسا کلمہ جو قدرت اور رحمت کا جامع ہے، قدرت اطاعت گزاروں کی اطاعت کو صحیح رکھتی ہے اور رحمت گنہگاروں کے گناہوں

## فضل عمر ہسپتال ربوہ کے ڈاکٹر کا مع خاندان کے قبول اسلام

ربوہ ۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ کے ڈاکٹر جناب حافظ فدا الرحمٰن نے اپنے کنبہ کے سات افراد سمیت مجلس تحفظ ختم نبوت کے ربوہ مرکز قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ موصوف بستی رندان کوٹ چھٹہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے بلوچ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بہاولپور میڈیکل کالج سے ایم ،بی،بی ، ایس کیا اور وکٹوریہ ہسپتال میں دو سال تک ملازمت کی رورل ہیلتھ سنٹر خیرپور ٹامیوالی کے میڈیکل آفیسر رہے ۔ پھر مرزائی جماعت نے فضل عمر ہسپتال ربوہ کے لئے ان کی خدمات حاصل کر لیں ۔ ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز میں انہوں نے اپنے خاندان کے دوسرے افراد طاہرہ فدا، صفیہ ناز، اللہ نواز ، رب نواز ، شاہد نواز ، حمیدہ ناز سمیت اسلام قبول کر لیا۔ ایک تفصیلی بیان میں انہوں نے قادیانیت ترک کرنے کے اسباب پر روشنی ڈالی اور مجلس کے سپرد کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ربوہ کے مبلغین نے اس خاندان کی اسلام پر استقامت کے لئے دعا خیر کی ۔ مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا تاج محمود صاحب ایڈیٹر لولاک فیصل آباد نے ایک بیان میں ڈاکٹر صاحب موصوف اور ان کے خاندان کو قبول اسلام پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کے لئے استقامت کی دعا کی [illegible]

---

## ملک کے معروف قانون دان جناب اے، کے بروہی کا
## حضرت حکیم الامت تھانوی کے متعلق تاثر

”جہاں تک مولانا اشرف علی تھانوی کا تعلق ہے جنہیں عہد حاضر کا، اس دور کا جس میں آپ اور ہم رہتے ہیں مجتہد سمجھا جاتا ہے۔ جو صحیح معنوں میں حکیم الامت ہیں اور جنہیں میں ایک عظیم اسکالر سمجھتا ہوں اور جو علم کے ایک انتہائی بلند منصب پر فائز ہیں۔

(دورانِ ملازمت تربیتی پروگرام میں خطاب صـ)

---

## فضیلتِ علم

وَجَدْتُ الْعِلْمَ فِي الْأَشْرَافِ عِظَمًا
میں نے علم کو شرفاء میں باعظمت پایا
وَفِي الْأَجْلَافِ مَقْبُوحًا وَذَمًّا
اور کمینوں میں برا اور مذموم!
كَمَاءِ الْمَطَرِ فِي الْأَصْدَافِ دُرًّا
جیسا کہ ابر بہار کا پانی سیپیوں میں موتی بنتا ہے
وَفِي ثَغْرِ الْأَفَاعِيْ صَارَ سَمًّا
اور سانپ کے منہ میں اس کے قطرے زہر بن جاتے ہیں

---

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا
ہم راضی ہیں اللہ کی تقسیم پر جو اس نے ہم میں کی
لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ
ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال
اِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ
بے شک مال بہت جلد فنا ہونے والا ہے
وَالْعِلْمُ بَاقٍ لَا يَزَالُ
اور علم ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے

(حضرت علیؓ) (مرسلہ : خاموش مبلغ)

ٹیلی فون نمبر ۶۳۹۸۴ | ہفت روزہ خدام الدین | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۲۴

# میقات الصیام

برائے شہر لاہور و مضافات

مطابق سٹینڈرڈ ٹائم پاکستان

رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ — ۱۹۸۲ء

## رمضان المبارک

| ایام | تاریخ ہجری | تاریخ عیسوی | اختتام سحری گھنٹہ | اختتام سحری منٹ | افطاری گھنٹہ | افطاری منٹ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بدھ | یکم رمضان | ۲۳ جون | ۳ | ۱۸ | ۷ | ۱۲ |
| جمعرات | ۲ ″ | ۲۴ ″ | ۳ | ۱۸ | ۷ | ۱۲ |
| جمعہ | ۳ ″ | ۲۵ ″ | ۳ | ۱۹ | ۷ | ۱۲ |
| ہفتہ | ۴ ″ | ۲۶ ″ | ۳ | ۱۹ | ۷ | ۱۳ |
| اتوار | ۵ ″ | ۲۷ ″ | ۳ | ۲۰ | ۷ | ۱۳ |
| پیر | ۶ ″ | ۲۸ ″ | ۳ | ۲۰ | ۷ | ۱۳ |
| منگل | ۷ ″ | ۲۹ ″ | ۳ | ۲۱ | ۷ | ۱۳ |
| بدھ | ۸ ″ | ۳۰ ″ | ۳ | ۲۱ | ۷ | ۱۳ |
| جمعرات | ۹ ″ | یکم جولائی | ۳ | ۲۱ | ۷ | ۱۳ |
| جمعہ | ۱۰ ″ | ۲ ″ | ۳ | ۲۲ | ۷ | ۱۳ |
| ہفتہ | ۱۱ ″ | ۳ ″ | ۳ | ۲۲ | ۷ | ۱۲ |
| اتوار | ۱۲ ″ | ۴ ″ | ۳ | ۲۳ | ۷ | ۱۲ |
| پیر | ۱۳ ″ | ۵ ″ | ۳ | ۲۳ | ۷ | ۱۲ |
| منگل | ۱۴ ″ | ۶ ″ | ۳ | ۲۴ | ۷ | ۱۲ |
| بدھ | ۱۵ ″ | ۷ ″ | ۳ | ۲۵ | ۷ | ۱۲ |
| جمعرات | ۱۶ ″ | ۸ ″ | ۳ | ۲۶ | ۷ | ۱۲ |
| جمعہ | ۱۷ ″ | ۹ ″ | ۳ | ۲۷ | ۷ | ۱۲ |
| ہفتہ | ۱۸ ″ | ۱۰ ″ | ۳ | ۲۷ | ۷ | ۱۲ |
| اتوار | ۱۹ ″ | ۱۱ ″ | ۳ | ۲۸ | ۷ | ۱۱ |
| پیر | ۲۰ ″ | ۱۲ ″ | ۳ | ۲۹ | ۷ | ۱۱ |
| منگل | ۲۱ ″ | ۱۳ ″ | ۳ | ۳۰ | ۷ | ۱۱ |
| بدھ | ۲۲ ″ | ۱۴ ″ | ۳ | ۳۱ | ۷ | ۱۱ |
| جمعرات | ۲۳ ″ | ۱۵ ″ | ۳ | ۳۱ | ۷ | ۱۰ |
| جمعہ | ۲۴ ″ | ۱۶ ″ | ۳ | ۳۲ | ۷ | ۹ |
| ہفتہ | ۲۵ ″ | ۱۷ ″ | ۳ | ۳۳ | ۷ | ۹ |
| اتوار | ۲۶ ″ | ۱۸ ″ | ۳ | ۳۴ | ۷ | ۹ |
| پیر | ۲۷ ″ | ۱۹ ″ | ۳ | ۳۵ | ۷ | ۸ |
| منگل | ۲۸ ″ | ۲۰ ″ | ۳ | ۳۵ | ۷ | ۸ |
| بدھ | ۲۹ ″ | ۲۱ ″ | ۳ | ۳۶ | ۷ | ۷ |
| جمعرات | ۳۰ ″ | ۲۲ ″ | ۳ | ۳۷ | ۷ | ۷ |

## شوال کے روزے

| ایام | تاریخ ہجری | تاریخ عیسوی | اختتام سحری گھنٹہ | اختتام سحری منٹ | افطاری گھنٹہ | افطاری منٹ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بدھ | یکم شوال | ۲۳ جولائی | عید الفطر | | | |
| جمعرات | ۲ ″ | ۲۴ ″ | ۳ | ۳۹ | ۷ | ۶ |
| جمعہ | ۳ ″ | ۲۵ ″ | ۳ | ۴۰ | ۷ | ۶ |
| ہفتہ | ۴ ″ | ۲۶ ″ | ۳ | ۴۱ | ۷ | ۵ |
| اتوار | ۵ ″ | ۲۷ ″ | ۳ | ۴۲ | ۷ | ۴ |
| پیر | ۶ ″ | ۲۸ ″ | ۳ | ۴۳ | ۷ | ۴ |
| منگل | ۷ ″ | ۲۹ ″ | ۳ | ۴۴ | ۷ | ۳ |

## لاہور سے دوسرے شہروں کا فرق

| شہر | منٹ | | شہر | منٹ | |
|---|---|---|---|---|---|
| راولپنڈی | ۶ | منٹ بعد | ساہیوال | ۶ | منٹ بعد |
| ڈیرہ غازیخاں | ۱۵ | ″ ″ | مظفر گڑھ | ۱۲ | ″ ″ |
| سیالکوٹ | ۳ | ″ ″ | میانوالی | ۱۰ | ″ ″ |
| گوجرانوالہ | ۲ | ″ ″ | بہاولپور | ۱۴ | ″ ″ |
| گجرات | ۱ | ″ ″ | کراچی | ۲۷ | ″ ″ |
| لائلپور | ۷ | ″ ″ | کوئٹہ | ۲۸ | ″ ″ |
| سرگودھا | ۶ | ″ ″ | ڈیرہ اسمٰعیلخان | ۱۵ | ″ ″ |
| کیمبل پور | ۱۵ | ″ ″ | پشاور | ۱۳ | ″ ″ |
| ملتان | ۱۱ | ″ ″ | لاڑکانہ | ۲۴ | ″ ″ |

مرتب کردہ } غلام قادر اظہر ریٹائرڈ ہیڈ ڈرافٹسمین پی، ڈبلیو، آر
منگل ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ، ۸ جون ۱۹۸۲ء

# سلام

## بحضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

( ابو علی اثر سہارنپوری مرحوم )

تمہیں شفق کے نظارے سلام کہتے ہیں
قمر کی بزم کے تارے سلام کہتے ہیں
شجر بہشت کے سارے سلام کہتے ہیں
فلک کے چاروں کنارے سلام کہتے ہیں
تمہیں سبھی میرے پیارے سلام کہتے ہیں

گئے فلک پہ تو گردوں نے سر جھکا کے کہا
ہر آسماں کے فرشتوں نے ہاتھ اٹھا کے کہا
نزولِ رحمتِ باری نے خود بلا کے کہا
درِ بہشت سے حوروں نے مسکرا کے کہا
ہم، آمنہ رضؓ کے دلارےؐ! سلام کہتے ہیں

رے واسطے ہیں شورشیں عنادل کی
کو ڈھونڈتی پھرتی ہیں موجیں ساحل کی
یم کرتی ہیں رک رک کے "پتلیاں" دل کی
پیام کہتی ہیں، جھک جھک کے شمع محفل کی
بھڑک کے دل کے شرارے سلام کہتے ہیں

سخی، سعید، مجاہد بھی اور غازی بھی
ولی بھی، شیخ بھی، صائم بھی اور نمازی بھی
غزالی اور جلالی بھی اور رازی بھی
عراق والے بھی، ہندی بھی اور حجازی بھی
غلام سارے تمہارے سلام کہتے ہیں

نگاہِ لطف کی بنیاد ڈالنے والے
یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے
بھنور سے ڈوبتی کشتی نکالنے والے
سنبھال مجھ کو بھی میرے سنبھالنے والے
پڑے ہیں تیرے سہارے سلام کہتے ہیں

تمہارے حسن پہ لبیک ہر ادا نے کہا
تمہیں حبیب، حبیبی مرے خدا نے کہا
زمیں کا چاند، مدینہ میں عائشہ رضؓ نے کہا
حریم دل کے جھروکوں سے ہاجرہ رضؓ نے کہا
تمہیں خلیل ہمارے سلام کہتے ہیں

نیاز کیش ہے یثرب بھی اور بطحا بھی
ادب سے جھکتا ہے گردوں بھی طورسینا بھی
درود پڑھتا ہے تجھ پر غلاف کعبہ بھی
تجھے بٹھاتا ہے آنکھوں پہ عرشِ اعلیٰ بھی
یروشلم کے منارے سلام کہتے ہیں

امیدوار کا دل اور جگر بھی دیکھتا جا
نظر ملا کے نظر سے، نظر بھی دیکھتا جا
کشش دعاؤں کی جذب اثر بھی دیکھتا جا
مسافرِ شبِ اسریٰ، ادھر بھی دیکھتا جا
یہ چاند اور ستارے سلام کہتے ہیں

بہ شکریہ: سید رضی الحسن سکرٹری جمعیت علماء اسلام غلام محمد آباد لائلپور